

اُردو نثر کی داستان

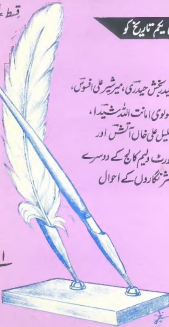
قسط ۶

ہر ماہ کی یہ نظم تاریخ کو

حیدر بخش حیدری، میر شیر علی انصاری،
مولوی امانت اللہ شہید،
خلیل علی خاں آتش اور
فرٹ ولیم کالج کے دوسرے
نثر نگاروں کے احوال

مؤلف:

اے حمید



نثر

مطبوعات شیخ غلام علوی، اولی مارکیٹ چوک، انارکلی، لاہور



روشنی کا گھر

پائیسوں کی گنتی | جب آفتاب چھا اور آفتاب نکلا، غصہ نہ دھت کرے تو
 کے پاس گئی اور خشک ہو کر بیٹھ گئی۔ تو نے اسے میرا
 دیکھ کر کہا۔ اے کوہا! آج کے رات میری اس قدر خشک ہے!

مجھے دیکھتا ہوں تو ان نہیں
 اس اندر کا کچھ گویا نہیں

دلہن! خدا کے لیے کچھ سیر کرنا ضرور تھا۔ اور کچھ نہ دھت کرے

یہ تیرا بھائی ہے کچھ تیرے
 ستم ہے۔ ستم ہے۔ ستم ہے ستم

جب غصہ نے یہ مضمون کو تو نے کہا ان کے ساتھ تیرا اس لمحہ کے
 شریک ہے۔

کپ کسوں کچھ کی نہیں جان
 چپ دہوں چپ دہا نہیں جان
 بچے تھے اس کے ہونے نہیں پڑتی
 اور طول تو ملا نہیں جان

پھر کہنے لگی اے تو نے! یہ رات ہے اس گھر میں پورا اسٹوٹ
 میرا دانا ہے۔ یا دانا، یا عالم ہے یا جان! اگر سزا ہے تو اس سے دانا
 کرا بہتر ہے۔ اور اگر وہ مرد کہ ہے تو اس سے وہ دانا دنا اچھا کرے
 ہے دانا سے وہ دانا کرا اچھا ہے کہ چپا کوئی اپنے ہی سے دنگل کو ہے۔ بلکہ
 میرا آئی ہی مرے۔ تو نے کہا۔ اے جنتا اس وقت تو جا اور نہ کل میرا
 کا بیٹی کے گم ہونے کا اس سے کہ مثل منڈی اور پوشیدہ اس کی اس
 سے آواز۔ اگر تیرے سوال کا جواب اچھا ہے تو دانا جانو۔ میں تو کان بھون
 غصہ نہ کر اچھا۔ وہ ملکیت کو بھون کر ہے کہ۔

تو کہنے لگا کہ لابی میں ایک مردار نہایت مالدار تھا جس کی بیوی
 نام ایک بیٹی جنت فیسودت تھی تمام خیر کے وہ اس کا آواز دیکھتے تھے۔
 وہ کس کو قبول نہ کرتی۔ اور اپنے باپ کو کچھ تھی کہ میں اس شخص سے نہ دانا
 کرنا تھی جو انش مذکات کی جو۔ یا بہتر نہ دے دل۔

اس بات کا شہرہ ہر ایک شہر میں پھیلنا لگا۔ میں میں جو ان تھے
 کو دے دینے ہر ایک ہر شہر میں دینا اور اس زمانے میں نہ دیکھتے تھے۔ دیکھتے
 کوئی میں جا کر اس سے ملنے کے لئے۔ اے شخص! اگر تیری دکان شہر بہتر نہ
 چاہتی ہے تو میں بیوی کو مل جائے کہ

• • • • •
 ماضی اس جہاں میں جا رہے ہر بہتر نہ دانا کوئی
 نہیں۔ وہ نہیں چاہیں ان میں سے ایک نے کہا۔ میں یہ بہتر نہ
 ہوں کہ جو ہر گم ۱۰۰ سے بتا دیتا ہوں۔ اور جس بگ ہو۔ ٹھکانہ
 لگا دیتا ہوں۔ دوسرے نے کہا۔ میں کاٹ کا کھڑا ہوں
 جانوں کہ حضرت علیہ السلام کے تحت سے میں آگے آؤں۔ تیسرے نے کہا
 میں وہ خیر انداز ہوں۔ چوتھے نے کہا کہ میں دے۔ سوچتے تھے
 یا بہتر نہ دانا ہے۔

یہ سنی سن کر وہ سب بڑا ہنس لگا۔ اور کہنے لگا۔ ہا! اتنا بڑا غصہ
 اچھے بہتر نہ دانا ہے۔ اس نے ان کی تعریف میں کر کہا۔

۱۱۱۱ | میں اپنے ہی میں سچا کر لی اس بات کا جواب دوں گی اور
 ان میں سے ہر ایک کو قبول کر لی گی۔ یہ بات کہ کر سب رات کے وقت
 گم ہو گئے۔ میں کو اس کے پاس نے ہر چند دھت کر کہیں نہ پایا۔ نہ جانے
 کہاں گئی۔ اس کے کو سوار گئی۔ میں نے جو اس کو گم ہونے کا دانا تھا۔
 اور یہ چاہتا تھا کہ میری بیوی سے کہیں گئے اور کہا کہ اس نے
 یہ بات سنتے ہی کہا کیا۔ اور بعد ایک گھنٹہ کے کہا کہ اس کو ایک پر کا
 ٹی کے چال پر لے گئی ہے۔ کہ وہاں تو کئی جا سکتا ہے۔ نہ کہ اس کی بیوی
 لگتا ہے۔

تب اس مردار نے دوسرے کے کہا کہ تو کا کھانا کھو گیا تاکہ میں میرے
 جو ان تیرا غذا کو دے۔ کہ وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے۔ اور اس
 پر کا کھانا میرے ہار میں لگا کر اپنے پیچھے چڑھا کر لے آوے۔

آخر کار اس نے کاٹ کا کھانا لے کر اس بیوی کو دنا دیا۔ اور وہ اس
 گھوڑے پر سوار ہو کر اس پر چلا گیا اور ایک ہی تیرے اس پر کا کھانا
 اس سے آنا پھر وہ بیوی جو ان اس طرح کی عاقبت ہو کر اس میں غصہ
 کرنے لگی۔ اور ہر ایک ہی چاہتا تھا کہ میں میرا ہی کھانا اس کے ساتھ لے
 تو نے نے یہ سنی تھی گھڑی میں ایک کچھ پہنچا یا غصہ نہ کر۔ یہ ملکیت
 اپنے معلق سے لے گیا کہ وہ لڑائی ان تینوں میں سے کسی کو دنا سزا ہے
 اور ان کے چاہتے تھے۔ اگر جواب یا جواب دے۔ تو جانو کہ ہر ایک ہے
 اور نہیں تو کائنات و نابکار۔

جنت نے کہا۔ اے تو نے اپنے تو کہا کہ دے۔ کہہ کے اپنے ہے۔
 جہاں میں مردار بافت کرکوں تو تھے کہ اس کی شخص کو تو پر کا کھانا
 اس کے آنا ہو کہ ان دونوں نے بہتر نہ دانا تھا اور وہ اپنے ہی پر کھینچا تھا
 ہر ایک خوف کے مکان پر گیا۔ اور اس کو لے آیا تو تھے نہ یہ کہانی تمام
 کر کے کہا۔ اے جنت اب جا اور اس سے مل۔

کہاں میرے کوم جو ان کی
 غصہ مجھ محبت نہ دانا

جنت نے یہ سنتے ہی ہر ایک پر کا دنا دے۔ اور اس کو دکر لگے لگا دے
 اتنے میں بھی ہو گئی۔ دنا کے دنا دی۔ جانا اس کا اس دنا میری عزت
 ہر ایک تیرے دنا دنا دنا۔ اور دے گی۔

یہوں اندر آؤ تو کچھ تعجب میں ہوں
 نانا میں دیکھوں کہ کتنا کچھ کچھ نہیں

جب آفتاب چھا اور آفتاب نکلا، غصہ نہ دھت کرے تو
پائیسوں کی گنتی | جنت تو تھے کہ پاس گئی۔ اور کہنے لگی کہ اسے غصہ نہ
 جلی بات کی نصیحت کرنے والے۔ و اسے دنا دنا حوت کے دیکھنا دنا
 بہتر ہے کہ آج کے جلد نصیحت کر۔

ساتی غیر شتاب نے میرے غار کی
 طاقت نہیں دے کہ مجھے غلط کر

اور نہیں تو صاف صاف ہر ایک دھت کر کے جنت دہوں۔
 اور یہ فرا چھا کر دوں۔

ہینو جاؤ تیس گلی کے لگے سے گلیو

دست مبادتے گھنٹوں کو تو رہتی ہو

تو آگئے گا کہ دست گھنٹہ میں تجھے ہر ایک عقب رجعت کرتا ہوں
پر نہیں جاتا کہ نصیب خبر سے کیسے ہیں جو تجھ سے ہاری نہیں کرتے۔
بہتر ہے کہ آگ شتاب اپنے معشوق کے پاس جا۔ اور اس سے
جانات کریں۔ لیکن یہ نصیحت میری یاد رکھیو کہ جو کام کرنا سوا یہاں کرنا
جس کے سبب سے کسی آفت میں نہ پڑے۔ بلکہ کچھ ناکامی اٹھائے۔
جس طرح سے ایک برہمن رامہ بابل کی بیٹی پر عاشق ہوا۔ اور ایک شہر
سے معشوق بن مال دامباب اس کے ہاتھ لگا۔ اور اس آفت میں نہ پڑا۔
شرط ملتا ہے ہر ایک امر میں

عقب بھی کرنے کو بہتر چاہئے

غبت نے پہلے کردہ حکایت کیوں کر ہے یہاں کر۔

تو آگئے گا کہ میں وقت میں ایک برہمن خوب صورت و عقلمند گھڑی
نگہ سے آئے شہر کی چھڑ کر دے گا۔ بانی کے کھ میں گیا اور ایک دن
کسی رات میں جا کر سیر کر دیکھنے کا کرنے لگا۔ اتفاقاً راتے بابل کی بیٹی
بھی اسی چشت میں ہوا۔ اور دسترن کی دیکھتی پھرتی تھی۔ اتفاقاً نظر
اس برہمن کی اس سے جڑ گیا۔ اور اس طرح کی کہیں انکے اس
برہمن عمر و ملت کی آنکھ سے ڈری۔ جو ان کی آنکھ نے آج تک کھنڈ
اور جلوہ عشق نے آفتی ملت دونوں طرف جھڑکا۔ حاصل کام یہ ہے۔
ہوئے دونوں دے عشق کے دست گیر

عقب وہ اس کا وہ اس کی اسیر

بعد وہ چار گھڑی کے دے دونوں آئے گھڑاں کر وہ وہاں پہنچا
اور یہ چار چڑا۔ آخر وہ برہمن ایک جاوگر کے پاس جا کر اس کے قدم
پر گر پڑا۔ اور یہ قطع فرماتے لگا۔

دے گھنٹہ ہی۔ رات کھائے میں

دل نے صدمہ بڑا ہے اٹھاتے میں

اب تمام آپ کے نہ چھوڑوں گا

بڑی محنت سے میں نے پائے میں

اس جاوگر کی بیان ایک خدمت کی کہ وہ اس کی ہانٹنا ڈانڈ کر
شرمندہ ہوا۔ اور ایک دن صراحتاً پر کر پھینچے لگا۔ اس نے یہ خبر
بھیبت ہوا۔ آفتناش چاہا ہے۔ بائیکہ کام دیکھ کر کہتا ہے کہ جو کچھ دیکھ کر
ہو۔ اس کا انجام یہ فیر کر دے۔ برہمن نے یہ سخن اس کی یاد دہانی
کے ساتھ اٹھ باندھ کر احوال آفتاب پر توئی تمام ظاہر کیا۔ جب اس
نے کہا کہ خبر میں جانتا تھا کہ تجھ سے کان نہ چاہے گا۔ بائیکہ ایسا
کام کے گا کہ وہ تجھ سے مجھ نہ ہو کر گا۔ اور آوی سے آوی کو جان بڑی
بات ہے۔

یہ کہہ کر اس گھڑی ایک عرصہ محنت کا بنا کر اس برہمن کو دیا۔ اور
کھنے لگا کہ یہ عرصہ اگر وہ اپنے صدمہ میں لگے تو صورت معلوم ہو دے
اور اگر صورت دیکھ تو اس کی شکل پیدا کرے۔ یہ کہہ کر ایک دن اور

جاوگر اس برہمن کی شکل پر۔ اور اس برہمن کو برہمن کی صورت بنا کر
راتے بابل کے پاس جا کر کھنے لگا۔ کہ عمارت کا کی ہے ہو۔ میں برہمن ہوں
میرا لڑا دل سے ہو کر نہیں چلا گیا۔ یہ اس کی جود ہے۔ اگر اس کو اپنے
گھر میں دو چار دن کے واسطے بکڑ دو گئے۔ تو میں اس عرصہ میں اپنے دل کے
کو صبر نہ کر سکتا ہوں۔ گھڑا راتے بابل نے یہ بات اس کی تہ کی۔ اس برہمن کو
اپنے گھر میں بکڑ رہنے کو دیا۔ اور اس برہمن جاوگر کو کچھ طرح کا دوا دیا کہ
دست کیا۔ پھر اس برہمن کی پاس رکھا۔

کیوں دیکھا کہ اس محنت سے اس جاوگر نے برہمن کو اس کی آشنا
کے پاس پیچھا یا۔ اور آپاں بھی کچھ رو رہے تھکا پتے گھر گیا۔

طرح وہ لڑکی برہمن کو بہت پیار کرنے لگی۔ عقب ایک دن اس نے
پر چھا کر رنگ تیرا دن بدن زور ہوا جاتا ہے۔ اور انکھوں میں آنکھوں
پیرا شہری ہمارا رہتا ہے۔ یہاں وہ اس کا حال بنایا ہے۔ کچھ کہہ کر ایک کسی پر
دل لگا ہے؟ اس لڑکے نے جا کر احوال دینا اس سے چھپا دے۔ پر
برہمن نے اس سے چاہی کہ کہے کہ اس میں جانتا ہو کہ تو کسی پر عاشق
ہے۔ لڑکا راز پنا کو تجھ سے کہے گی۔ تو راز داری تیری یاد دہانی کی تب
اس لڑکے نے تمام حقیقت دیکھ کر وہ اس طرح سے کہہ سنا کہ میں
ایک برہمن پیچھے پڑتی ہوں اور اس کے شرم میں اپنے بھائی کے دل پر
ہوں۔ وہ برہمن جو برہمن کے جیسے ہی تھا۔ کھنے لگا کہ کچھ کہہ کر تو
اس برہمن کو دیکھ۔ تو چہاٹے؟ اس نے کہا۔ البتہ اگر اس کو دیکھوں
کہ کہ چاہوں گی۔

اس نے وہ عرصہ اپنے منہ سے اگلی دیا۔ وہ میں پھر اپنے میں صبر
پر آگیا اور اس نے اسے چھان کر خوب ساگے کا دیا۔ اور ایک عجیب
طرح کا چہرہ اٹھایا۔

بعد کھنے دونوں کے آپس میں مشورت کر کے کھنے لگے۔ کہ اب یہاں
کارہنا اچھا نہیں بلکہ جتن ہے کہ اس ملک سے نکلیے۔ اور کسی مشرم
چل کر کہ کھنے رہیں۔ یہ ظہیر کر دے بابل کی بیٹی۔ بہت عازد
جہاں اپنے باپ کے خزانے سے لے کر برہمن کے ساتھ آدھ سات
کا اپنے گھر سے باہر نکل اور کسی ملک کا مال۔ اور ان کی دین کسی باشندہ
کے شرم میں جا کر داخل ہوئے۔ اور ایک مکان سر بازار اچھا بنا کر
رہنے لگے۔ اور تمام اپنے دل کی جہ دھڑکی ہو کر نکلتے۔ اور اگر کسی حکام
کے وقت شہر فرما لی پر جا کر تو ایک یہ قطع فرماتے۔

مجھ کو حرام سے گزرتی ہے

شب دل آرام سے گزرتی ہے

حاکمیت ہی خبر خدا جانتے

اب تو آرام سے گزرتی ہے

جب اس لڑکی کے باپ نے ان دونوں کو وہاں نہ دیکھا۔ نہایت
نرمندہ ہوا۔ اور پر چند ڈھونڈا۔ صراحت میں نہ دیکھ کر وہ اس کے
جک سے نکلا کر میں اور سرور دی گئے تھے۔

تو نے یہ کہانی کہہ کر کہا۔ بی بی! اب جلدی مدعا ہو۔ جو میری

دل کی اس سے مل کر نکالو۔ کہ بانو نے سنتے ہی چاہا کہ جاوے اور لذت لہرائی کی اس سے اٹھاوے۔ اتنے میں بھی ہوئی۔ اور صرف نے ہانک دیا جانا اس کا اس روز بھی موقوف ہوا۔ تب یہ بیت پڑھی اور وہ نے لگی

جھوٹ جانی غیر سے ہر دم کے جو تک دم کہیں
خاک ایسا رنگ ہی جو تم کہیں اور ہم کہیں

جب سمجھا تھا اور چاہتا تھا۔ فحشت و خست لینے
بجز میسک داستان تو تے کے پاس تھی۔ اور کتنے گئے۔ میں میں چاہتی ہوں کہ اپنے عشوق کے پاس جاؤں۔ اور چلتے اس کی عقل منک و بہالت کروں اگر عقل مند یا دل تھی۔ تو دوستی کر دی تھی اور نہیں تو باز بول گئی۔ اور صبر کر دی کہ اس واسطے کہ خود و دل سے کہا ہے۔ تا مقدر و تین فطرتوں سے آشنائی نہ کیا چاہیے۔

اول حور تو دل کی دوستی کا۔
دوسرے ملائی کے خاص کا۔
تیسرے اہل حق کے ساتھ کا۔

مشہور ہے۔ دانا کی دشمنی نالوں کی دوستی سے بہتر ہے۔
تو تے کے کہا کہ اسے ہی ای جی تو کہتے تھے۔ سو یہ کہتے تھے بہتر ہے کہ اس رات ایک حکایت اپنے دوست کے ساتھ بیان کرے اور اس سے پوچھے۔ اگر جواب ایسا دے کہ جو پہنچے یہ ہوئی سے اہل ہوشیار سمجھو اور اچھا نہ دے تو دانا جانو۔

فحشت نے پوچھا وہ نقل کون سی ہے؟ اس سے پوچھو؟
تو مانگے لگا۔ کڑھو وقت میں دے باہل کا بیٹا ایک بت خانے میں رہ جا کر رہ گیا۔ اور وہاں ایک لڑکی کو لکھا کہ وہ نہایت خوبصورت ہے کہ بیان نہیں کیا جاتا۔ جب صحن اسے خدا سے دیا تھا۔ سہاں اٹھ۔ چودھویں رات کا چاند اس کے کھڑے سے مٹا دیا۔ اور یہی اس کی لذت کی رات کو آخر آٹھ آنسو روا تھے۔ تو اس کا دل سرور دیکھے تو مارے فحشت کے زمین میں گڑھا لے اور کہہ کہ اس کی رفتار کے انداز سے کہاتے۔

غضب جوڑے کی خند ہے۔ قیامت قدر ہے
ستم بزمی۔ چری کھڑا چن سا چلی ہی نکلا ہے
وہی اس پر عاشق ہوا۔ اور دل تے سے قریب ہو کر تو گھر کر اس بت کے باؤں پر سر جھکا کر گرجا اور یہ دعا پڑھی سے اٹھ گیا۔ کہ اگر تو کی میرے ساتھ بیٹھی جاتے۔ تو سرا پہنچے تھ سے جا کر دل۔ اور تھارے قدم پر چھایاں۔

آخر کار یہ کہہ کر اپنے گھر گیا۔ اور اس کے باپ کو اس نے پہچان بھیجا کہ اپنے غلام میں بیٹھے۔ اور بڑی اچھے بھائیہ دیکھے۔ جس گھڑی یہ پہچان اس کے باپ نے سنا۔ اس گھڑی اپنی دل کی کا بیاہ اور گونا گوں کے ساتھ صاف دیکھ کر دھول کے کر دیا۔ پھر وہ بطور دونوں عاشق و معشوق کے دھنچے لگے آپس میں مل کر۔

کبھی یہ اپنے گھر اس کے ساتھ نہیں گئی۔ اور کبھی وہ اپنے مکان پر اس کے ساتھ آرام کرتا۔ اس طرح سے ایک مہینہ گزرا۔ اٹھنا دلی لڑکی اپنے کمرے میں آئی کہ اس کے ماں باپ نے اسے اور اس کے دو لڑکوں کو لے کر لے لیا۔ اور وہ لڑکا اپنی دلہن کو ساتھ لیے ہوئے چلا۔ اور ایک برہمن بھی قدیم اس کے معاصروں میں تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ چھپے چھپے چلا۔

جس وقت وہ لڑکا اس بت خانے کے پاس پہنچا۔ جس میں اس نے اس لڑکی کو رکھا تھا۔ پہچان۔ اور وہ اقرار ہو کر غلام ہو گیا۔ اور اپنا وعدہ وفا کرنے کو بت خانے میں نہ لیا۔ اور سرکٹ اس بت خانے پاگل پر دھو دیا۔

تاکہ پھر اپنے مرد جاتے ہیں
جیل کھوتے ہیں جی گواتے ہیں

پہلا ایک دم کے وہ برہمن جو اس بت خانے میں گیا۔ تو کی دیکھتا ہے کہ ماں باپ کا لڑکا اس امر پر چلا ہے۔ اس کے حق سے سرپی جدا ہو رہا ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر وہ ڈرلا۔ اور بڑی کٹھن لگا کہ میں اگر اب یہاں سے بیت جاؤں گا۔ تو لڑکی میں صلوات کرے گی۔ کہ یہ لڑکا اس گھر اس نے مارا ہے کہ لڑکا اب تک اس مقام پر مائے اس کے اور کوئی نہیں آیا۔

فرق اس نے بت سا اندیشہ اپنے دل میں کر کے کہا۔ بہتر ہے کہ میں اپنا سر حق سے انکار دوں۔ اور اس بت کے قدم پر چل جاؤں۔ یہ کہہ کر اس نے بھی اپنا سرکارا۔ اور اس بت کے قدم پر چل گیا۔

پہلا ایک گھڑی کے وہ لڑکی بھی جو اس بت خانے میں گئی تو ان دونوں کو اس امر پر دیکھ کر متعجب ہوئی۔ اور کہنے لگی کہ اپنے چنے دونوں تو سر کے ٹھکانے پر لڑے ہیں۔ یہ کی غیب ہوا۔ یہ کہہ کر چلی گئی کہ اپنا سر کاٹے یا شہر کر کاٹ لگے سے لگا کر تے پر جاتے۔ اتنے میں اس کو فحش سے آزاد کر آئی۔ اسے لڑکی یہ سر کٹے ہوئے ڈالنے تھیں سے ملادے۔ رام کا کرپا ہے یہ دونوں اچھی اٹھنے چلی۔

یہ سنتے ہی وہ فحش ہوئی۔ جلدی سے اپنے شوہر کا سر برہمن کے تن پر اور برہمن کا سر اپنے شوہر کے تن پر رکھ دیا۔ دونوں کی اٹھ۔ اور اس عورت کے آگے کھڑے ہو گئے۔ مانے باپ کے بیٹے کے سر سے اور اس برہمن کے تن سے غلبہ ہوئے لگا۔ سر ہلا کر یہ میری جود ہے۔ اور حق نے کہا۔ یہ میرا جیل ہے۔

تو تے نے یہ حکایت تمام کر کے فحشت سے کہا۔ اگر عقل اس کی آزایا چاہتی ہے تو اس بات اس سے چھ۔ کہ وہ عورت سر کو پہچانتی ہے۔ یا حق کو؟
فحشت نے کہا۔ اسے تو تے اپنے آجی کہہ کر سو حق اس کا کون بیا تو اب لڑکا۔ کڑی حق اس کا سر سے کس واسطے۔ کہ سر عقل کی بڑی ہے۔ اور بدن کا سرور ہے۔
فحشت نے جو یہ تھ تو تے کی زبان سے سنا۔ تھو اپنے بارے میں

ہانے کا۔ اتنے میں بھیج رہی۔ اور مرغ نے انگلی دکھائی۔ جانا اس کا
اس روز بھی کوٹھن پر تھپ یہ قزو پڑی۔ اور دے گئی۔

دھن کی شب پر اسے صبا تفسیق
روز نور روز بھی تصدیق ہے

پاکستان کیانی اوتے کے پاس تھی۔ اور کہنے لگی کہ اوتے تو تھیں
اس بات سے ڈر گئے۔ اور فرشتہ ہوئی جاتی۔ کہ جب اس سے
ہوں۔ اور وہ میرے ہونے کا فخر بھیج کر سے۔ تو میں نہیں جانتی کہ جب
کون سا ہوا ہوگا؟

تو نے کہا۔ اے کہ بالو! کچھ اور بڑا کر کہیں داسے کہ اور ہیں
بہت سی باتیں جانتی ہیں۔ اور کہیں کچھ فریب کرتی ہیں۔ کیا کیا کر
یاد رکھتی ہیں۔ اور بہت حاضر جواب ہوتی ہیں۔ میں نے ان کی زبان سے
بہت سنا دیا ہے۔ اور اپنی کھربیاں لڑا رہی ہوں۔ جہاں کچھ نہیں
جانتی۔ کیا خوب باتیں سنو رہے۔

جو تحریر عورت اگر اپنے آئے
تو اس کی پریشانی کے پیچھے چھپائے
کھن دست پر کب لکھنے میں ہال
وہ چاہے تو اس پر بھی سہولت جاسے

اپنے اپنے عمل کی فکر کرتی ہے۔ کہو فریب ہے۔ دم ہر طرح کی خجالت
کی کوٹھن میں اسے مقدسے تو فک کر کہ ایک عورت نے جو سیدو
مداری اپنے شوہر کے ساتھ کی تھی۔ وہ مجھ کے ساتھ۔

تو نے کہا۔ اے کہ بالو! کچھ اور بڑا کر کہیں داسے کہ اور ہیں

تو نے کہنے لگا۔ کہ کسی وقت ایک شخص نے اپنے لیے کوٹھن ایک چپے
ٹھکانے کو دیا۔ اور وہ ٹھکانے بازار میں ایک بیٹے کی دکان پر
گئی۔ بنی اسے دیکھتے ہی عاشق ہوا۔ پھر اس عورت نے یہ سب سب کچھ
خاک اپنی چادر کے کونے میں باندھی۔ اتنے میں وہ بنی اس سے گلاں
کر نے لگا۔ اور دیکھن خوش بھیجی۔ وہ بھی راضی ہو گئی۔ بعد میں ملاز
نہ لے کے وہ اس عورت کو اپنے گھر لے گیا۔ اور وہ اپنی چادر گھر
باندھی ہوئی بیٹے کی دکان پر رکھ کے اس کے ساتھ چلی گئی۔ تب اس
بیٹے کی گلاں شے نے اپنی پاداش سے اتنے خر صبر میں جھٹ پٹ ٹھکانے
کے کونے سے کھول اور اپنی ریت اس کی بڑ باندھ دی۔

اتنے میں وہ رنڈی اس کی دکان سے نکلی۔ اور جھٹ پٹ چارواں
اپنے گھر کی طرف واپس ہوئی۔ اور اپنے خاوند کے آگے سے عورت
چلی گئی۔ اور وہ بھی اس نے آگے دھڑکی۔ اس نے گھر کھول کر جو
دیکھا تو ٹھکر کے بل سے ریت نظر آئی۔ جہاں پر ٹھکر لگا تھا کہ وہ کیا
منہ ہوئی ہے۔ جو تو کچھ سے کرتی ہے۔ میں نے ٹھکر کو جیسا تھا تو ریت
وہ اس نے یہ بات سننے ہی نکال کا۔

گھر میں ہی ٹھکر میں لائی رہوں گی
تو اب دن میں کہاں گئی جاتی رہوں گی

تب اس مرد نے گھر کو چھوڑ دیا۔ لہذا یہ کیا سبب ہے۔ جو کہ
آج تو میرا اس سطر ہو گیا ہے۔

ٹھکر کی ریت لائی ہے کہوں؟
یہ وہی سی صورت بنائی ہے کہوں؟

تب اس نے سسکا کر کہا کہ کیا کیا کہوں؟ میں وقت میں گھر
بہر نکلی۔ اس وقت میرے پیچھے ایک بیل ڈاکٹر تھا۔ اور وہ اس کے
قرعے میں جاتی۔ اس عورت سے کہا کہ۔ اور پیچھے بھی بیٹھو۔ اور
سے گھر پر لے لوگوں کی مشرق سے ڈھونڈ رہی تھی۔ ریت اٹھا کر لے
آئی ہوں۔ پیچھے اس میں ہوں گے۔ تم کال کر۔ اور میں نہایت اٹھ
ماندہ ہو کر کہو تو کہہ دے سو رہا ہوں؟

یہ بات سننے ہی اس کے خاوند نے اس کو لگے لگایا۔ اور چھین لے
کر کہا۔ اگر پیچھے سے گھر پر لے گئے تو کہہ سے گھر پر لے گئے۔ تم ریت کہوں
آٹھا کر؟

حاصل کام۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا۔ اپنے خاوند کو جواب دیا
کو مطلق وہ اس پر رخصت ہوا۔ بلکہ اور عورت لائی کر لے گا۔

تو نے لے جب یہ کہانی تمام کی گئی۔ یہ کون سی عورت
ہے۔ کہ اس سے میرا رونا دھونا تھا۔ کچھ نظر نہیں۔ لے لیلی اب
شباب جا۔ اور اپنے شوہر کو لگے لگا کر وہ گھر پر فخر کرتے گا۔ تو
اپنے اس وقت مجھے جواب دے کر سو گئی۔

اس شیریں سخی سے تو نے کی قیمت کو کسی ہوئی۔ سبزی کشن غم
جہاں پاؤں میں ڈال کر جانتی تھی۔ کہ اتنے میں مرطوب اور
میں ہوئی۔ جانا اس کا اس روز بھی کوٹھن ہوا۔ تب یہ ریت پڑی اور
دے گئی۔

کون سی شب کو ہوا اصل نگار
ہر سحر ہے ہمارا وطن کا اور

چھبیسویں کہانی جب آفتاب چھپا اور عتاب نکلا۔ فجرت غنونا
گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے کوخ ملا میرے۔ میں دکان تیرے! اٹھن میں
لے گا ہے۔ کہ جس عورت کو شرم نہیں ہوئی۔ وہ کسی قوم میں عورت
نہیں دیکھتی۔ اور وہ عورت مستور دکان میں رہے۔ اب یہاں جاتی ہوں
کو میری دکان۔ اور اپنے گھر میں بیٹھ رہوں کسی خیر سوتے آٹھا کر
کر لیں۔ اور دھن کے گھر چلا جائے۔

گھر سے نکلیں میری میں ہجرت کے واسطے
لوگ میں رہتے ہیں اپنا آئندہ کے واسطے

تو تائیں لگا۔ اے فجرت! ان قوم ہے کہ تو کی عورت خفند
پر نہیں آج تک نہیں دیکھی۔ اور جو تو کہتی ہے۔ کچھ کہتی ہے۔

نیتا دی سرا پیچھے جان میں تون
ہوئی تھی اور کہ میری کیا کہی تھی

یہاں ٹھکر ہے۔ اگر میرے کہی تو جان تیرے کا میں اس بار لکھ کی

سوداگر جب وہاں سے واپس چکر پھرا۔ تب اس شہر کے کوتوال سے اس کی شادی کر دی۔

ایک دن اس لڑکی نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس قدر خوبصورت حسین ہوں۔ تب سے کہ مجھے بادشاہ نے پسند نہ کیا۔ بادشاہ ایک دن اپنے قہقہوں سے دیکھ ڈالے گی۔

الغیر ایک دن بادشاہ اس کوتوال کی تحویل کی طرف سے کسی ہالے کی سیر کا ہاتھ لگا رہا تھا کہ جلدی جلدی وہ لڑکی کو دیکھ کر چڑھ گیا اور بادشاہ کو اپنے صحن کا جلوہ دکھایا۔ دیکھتے ہی وہ حاشی ہو گیا۔ بادشاہ نے اس کی طرف قہقہہ لگایا کہ کہہ کر یہ فریادیں بھی اور کتنے لگا۔

وطنی میں بھی یہ نہیں کرتے دوستی میں جو تم نے دکھایا

یہ کیا سبب تھا۔ جو تم نے مجھ سے جھوٹ کیا۔ تب انہوں نے عرض کی کہ خدا دیکھ اس وقت ان گناہ گاروں نے میں مسرور کی تھی کہ اگر بادشاہ ایسی عورت صاحب جمال دیکھے گا۔ تو اس کے عشق میں ملک کے کاؤ بار سے غافل ہو جائے گا۔ مملکت خاک میں ملے گی۔ اور وحیت تباہ ہو رہے گی۔ بادشاہ کو یہ بات ان کی پسند آئی اور خطا ان کی سماعت کی۔ مثل شہر ہے۔

ہاتھ باطنی ہاتھ پاؤں۔

آخر اس کے عشق میں چار چٹا اور یہ قطع طعنے لگا۔

یہاں پیچھا سام درد کا سنا

گر کوئی کوئے ہاں میں گریے

کون سمجھتا کہ کوئی چلے گا

دن بہت انتظار میں گزریے

تب وزیروں نے معلوم کیا کہ یہ کوئی دن میں یہاں سے جا رہے۔ عرض کی کہ کوتوال سے اس عورت کو ملے۔ اور درشتی وصال نوش جان فرماؤ۔ اگر وہ اس کے بھیجے پر جا لے گی تو بہتر نہیں تو یہ زور چھین کر بادشاہ نے کہا۔

میں اس ملک کا بادشاہ ہوں۔ ہر گز اس ملک کو نہ دے گا کہ یہ بات بادشاہوں کے انصاف سے دور ہے۔ اور بادشاہوں کو لازم نہیں جو اس قدر قطع رحم کو کوئلہ درختوں پر کریں۔ یا اپنی قوت نہیں لکھیں یہ سرسرا لکھا ہے۔ سو اس کے جو قطع کرتا ہے۔ سو آپ بھی طراب ہوتا ہے۔

جو کہ قلم ہے وہ ہرگز چھوٹا چل نہیں

سبز ہوتے کھیت دیکھا ہے کہیں شہر کا

بالغی اس جیت پر مل کر رہا ہوں۔

یہ عورتاں سہل سے آئے میرے

پر مزدور کو ملانے لگا تھا سے

آکر بادشاہ کی اس غریبی میں حالت اپنی کو تباہ ہو گیا۔

تو نے تب کہا کہ فی قلم کی۔ تجھ سے کہہ کر صبر کرنا میرے حق میں

طرح لگا جانے لگی۔ تجھ نے یہ چاہا کہ اس کی نفی کیوں کر ہے۔ چنانچہ لڑکھنڈے لگا۔ کسی شہر میں ایک سوداگر نہایت مال دار اور صاحب آثار تھا۔ اور بہت سے گھوڑے باطنی اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اس کی بیٹی بہت خوبصورت اور حسین تھی۔

وہ نقشہ جسے دیکھ کر وہ راج کھائے

وہ صورت کو تصویر کو حیرت آئے

اور شہر اس کی خوب صورتی کا ہر ایک ملک میں پہنچا تھا۔ اور ہر ایک شخص کا دیدار نہ دیکھ اس کے دیکھنے کا تھا۔ اور ہر ایک پہنچا تھا۔ اگرچہ شادی اس کے ساتھ کرے۔ لیکن باپ اس کا دل نہ خود کے کسی کو قبول نہ کرتا تھا۔ اس عرصہ میں عمو شباب اس کا تربیت چلا اور غریبی جوانی شکرانہ سے پہیلے لگا۔

کچھ کچھ جہن ابھرا۔ تب اس کے باپ نے اس ملک کے بادشاہ کی خدمت میں جا کر اس معنوں کی عرض کر دی کہ یہ غلام ایک ایسی حسین لڑکی کا رکھتا ہے۔ کہ انگلی اس کی رنگ۔ ہیل ہزار ہے۔ اور حال اس کی غیرت ملک کو صاف۔ جانور اس کی بائیں ہٹنے کے ساتھ ملے پر سے اترتے ہیں۔ اور دست پہ پوش ہوتے ہیں۔ جس کا جس نے اس کے عشق کو سنا ہے۔ اس اس نے عشق کیا ہے۔ امیدوار ہے۔ کہ وہ لڑکی حضور میں قبول ہو۔ اور خدمت میں کیزوں کی طرح مشغول کر لائق حضور ہے۔ تو یہ خودی اپنی ہم قوم میں اور میں زندگی پیدا کرے۔ اور لہذا اس کی فریاد ہو۔

بادشاہ نے خوب عرضی طاعت کی۔ تو خوش و فرم ہوا۔ اور اپنے دل میں کہنے لگا۔ جو کوئی نصیب اچھا دیکھا ہے۔ تو ہر ایک چیز خود اس کے پاس آ رہا ہے۔

یہ کہہ کر اپنے چار وزیروں کو اشارہ کیا کہ تم اس کا ہر گز نہ دے اور اس کی بیٹی کی بیچو۔ اس کا حق دریافت کرو۔ اگر وہ قابل حضور ہو۔ تو تو ملے گی آخر ہرگز۔

عرض دو چار دن وزیر بادشاہ کے فرمانے کے بموجب اس کا ہر گز نہ دے گئے۔ اور اس لڑکی کی صورت دیکھتے ہی غفلت ہوتے اور اس میں مشرقت کر کے کہنے لگے۔ اگر اس صاحب میں کو بادشاہ دیکھے گا۔ تو وہ لڑکے جو جانے گا۔ مات دن اس کے پاس رہے گا۔ ملک کی طرف ہرگز نہ ہوگا۔ پس ہر ایک کام تباہ ہو رہے گا۔ اور ملک کے بندوبست میں غفلت رہے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کی قرینہ اس کے سامنے نہ لکھیں اور اس لڑکی کے لینے کے صلہ ج بادشاہ کو نہ دے۔

یہ بات انہوں نے اپنے چچ میں ظہر کر بادشاہ سے چار روز کی کو خدا دیکھا اس کی خوبصورتی کی خبر حضور میں پہنچی تھی۔ ملاحظہ۔ اس سے بہتر بہتر نوشایاں ملے مبارک میں بہت سی ہیں۔ بادشاہ نے یہ سن کر کہا کہ فریر اگر وہ ایسی ہے۔ جو تم کہتے ہو تو میری بھی عرض نہیں۔ کہ اس کے ساتھ شادی کر لی۔ اور اپنے اور خواہ نہ خواہ کا عذاب ملے۔ آخر بادشاہ نے اس سوداگر کی بیٹی کو قبول نہ کیا۔ اور وہ

ایچا نہیں ہے اگر تو بھی صبر کرے گی۔ تو اس بادشاہ کا طرح سے ایک دن مر جائے گی۔ کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جس سے بترس رہے کہ اب ہمارے اس سے طاقت کر۔

خوشی سے منے دہل کو لوٹ کر تم دینا دنیا فساد و فحش کر

خجست نے یہ سن کر چاہا کہ آجے تئیں اس کے پاس پہنچا دے اتھ یہ بھی ہوگئی۔ اور کہتا ہے باگ دی جاناس کا اس روز بھی مروتوں ہوا۔ جب یہ بیت پڑھی اور دہلے گئی۔

دن یہ کیا ملک دیکھا ہے شہ امید سے چڑا تا ہے

جب سورج چھپا اور چاند نکلا۔ خجست اور شاہیں کیانی نازنی کرتی ہوئی۔ آنکھوں میں پانی نہوہرے ہوتے دل پرورد سے کہتے کہ پاس رخصت لینے گئی۔ اور کہنے لگی۔

مے تو تھے! میں نے سنا ہے۔ کہ ایک غریب عراقی نے لکھ کر دھند سے جا کر کہا کہ میں کچھ جاننا نہیں ہوتے کیا۔ بہت بستر ویر نہ کچھ بلکہ جلد سدا رہیجے اس نے کہا۔ میں کچھ سوچ رہا نہیں دیکھتا۔

دولت مندے کہ اگر تیرے پاس خرچ نہیں ہے تو مت جا۔ میں کتاب کی رو سے کہتا ہوں کہ جو غفلت ہو۔ اسے طواف کعبہ فرض نہیں کہ خواہ نہ خواہ اپنے اور یہ مذاہب افکار سے اس کے جاوے خدا نے تھاج کو نہیں کہا۔ کہ تو کہتا جا۔ عراقی نے کہا۔ میں تیرے پاس کچھ نہ مانگتے آیا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے تئیں کیا ہو کر تو کتاب کی رو سے باگ بنانا ہے۔ اسے تو سنا میں تجھ سے ہر شب صرف رخصت لینے آتی ہوں تو ہے فائدہ اور صراحت کہ جب شہ بادشاہ کو لگا ہے۔ نصیحت لینے تو نصیحتیں آتی۔ شاہیں باتوں سے میں کچھ نہیں غماہوں گی۔ جب تو اذیت کر کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے بھی اس مینا کی طرح مار ڈالے۔ یہ بھوکوں خوشامدوں کی طرح باتیں کرنے لگا۔ اور یہ شعر پڑھا۔

جب نصیب اور ہمارے قسمت خفا ہویم سے کوئی عیب ہے یہ کیا غضب ہے جو غضب ہے بڑا غضب توڑا غضب ہے

اور کہنے لگا۔ اسے جھڑا میری نصیحت سے دل تلک نہ ہو اور دیوانہ ہاں کہ اس واسطے ہوگئی کہ اچھے بات قبول کرتا ہے۔ وہ بات دہلوی جہاں میں کام آتی ہے۔ مگر انوکھے گئی۔ اسے تو تھکا ہوا تو کہنے ہے۔ مومن سب مستحق ہوں۔ لیکن آج کی شب نصیحت کا رنگ ہے اور میں کیجے جاتی ڈرتی ہوں۔ اگر تو کہتا ہے ظلم کو ساتھ لے کر جالوں۔ اور واسطہ جاد سے طوں۔

تو اس نے اپنے ہڈوں سے چھائی پٹت کر کہنے لگا۔ ہے چھٹا کے واسطے ایسا نہ کرنا۔ خبردار اپنے ظلم کو ساتھ لے کر نہ جانا۔

مقلندہ نے کہہ دے کہ کبیر پرگزردنا نہیں کرتا۔ اور یہ قوم کہ کڑوں ہوگی ہے۔ تو نے شاید احوال اس کھار کا نہیں سنا۔ جو اس کا بھی نہیں کی کرتی ہے۔ خجست نے پوچھا۔ اس کی حکایت کیوں کر ہے یا بیان کر۔

تو کہنے لگا۔ کہ ایک کھدے کسی دن بہت سی شراب پی۔ اور بہت ہوا کہڑے اور قرا ہے مٹی کے اور جو باسن شراب کھے تھے۔ ان پر گرہ اور ٹوٹا۔ دسے ٹوٹے۔ یہ تمام زخمی ہوا۔ بہت میں روز تم اچھے ہوئے۔ مگر فلان ابن زخوں کے اس طرح سلوم ہوتے تھے کہ شاید یہ زخم تیرا اور تھوڑا کے ہیں۔ اتفاقاً اس شہ میں کال پڑا ادھ دیال سے ٹک کر اور شہر میں گیا۔ اور لوگ اس کا شکر کرنے لگا۔ اس شہر کے بادشاہ نے جو اس کے جسم پر اس طرح کے زخم دیکھے۔ تو معلوم کیا کہ یہ بڑا ہی سپاہی ہے۔ جو اس قدر زخم بدلی پر اعلیٰ ہے۔

یہ بھکر بادشاہ نے اسے لڑکھانہ اور سرتہ اس کا راز دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ بڑا سوتا ہے۔ جو اس کا بدن ایسا زخموں سے چور ہے۔ بعد کئی دن کے ایک فیصلہ اس بادشاہ پر چڑھا۔ اور گاؤں اطراف کے لوٹے۔ بادشاہ نے اسے آجی فرج کا سر دلا کر کے چاہا کہ وہ شہ سے ٹوٹے کہیں جے۔ احوال اور طاقت کر کے وہ ڈرا۔ اور جادو پڑا حضور اعلیٰ میں اپنے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ خدا انہ! اس عذابت کا کھدو۔ میں مجھ سے وہاں کا سرا انجام نہ ہو کہ کچھ۔ مسئلہ ہے۔ بتلی کیا جاسے مشکل کا جائز۔

یہ سنتے ہی بادشاہ ہشہ اور اپنے دل میں طوفان ہوا۔ اور کسی سرور اور اس نصیب پر ہشیا۔

تو نے نے یہ کہانی قدام کے خجست سے کہی۔ کہ ظلم کو اپنے ساتھ مت لے جا۔ اس سے کام چھائی کا نہ ہوگا۔ بلکہ اور دیر کو کھٹکا جانی ہے تو کہی جا۔ خجست نے یہ سنتے ہی چاہا کہ کچھ کہنے تئیں اس کچھ اس پہنچا دے۔ اور مقلندہ کی گاہاٹے کہ اتنے میں بھی ہوگئی۔ اور صرف نے باگ دی۔ جانا اس کا اس روز بھی مروتوں جو اسے یہ شعر پڑھا۔ اور دہلے گئی۔

روز و شب بھر کی کیاں ہے۔ چلے جاتے ہیں نہ جہیں بھی سے غضب نہ میں شام کے کام

ایسا ایسوی کی کہانی! چپ سوتا چھا اور چاند نکلا خجست اور ایسی باتیں چپن اختیار لگا۔ مقلندہ کی زبان پر ہاتھ کر تھے کہ پاس رخصت لینے گئی۔ اور اس نے جو اسے اس ہاتھ پڑے سے دیکھا تو یہ اختیار چلنا۔ اور کہنے لگا۔

اسے خجست امر جا! خوب کیا کہایں اندھیاری رات میں مروتوں پاس پہن کر خفا آگئی۔ اور ظلم کو ساتھ نہیں لائی۔ کیا یہ اچھا کام کیا۔ سہاں اشدی بی۔ تجربہ مال نہیں کہ جتنی حق تو ہے کہ اس تجربہ پر ہوشیاری کے مدد سے کسی مداخلت کر ایک تو اسے میرے تو قیوم مدد سے اسے جانا تھا۔ مجھے اس قید خانے میں دیکھ کر ادھر سے کچھ اٹھا۔ اور میرے پاس آکر کریشیا یہ لکھ میں نے اس سے سنی ہے۔ اور یہ حکایت بھی اسی طرح کی ہے۔ جو شہ کو میں نے تجھ سے کہی تھی۔ سوتے ہی اس کے موجب کیا۔ چھین سے کہ اب کہیں غلام نہ پاوے گی۔ خجست نے چپ چھا کہ وہ لکھ لے کر کہے ہیں یاں کر۔

اتیسویں کی کالی آج سورت چٹیا اور چاند لگی۔ جستہ جاک گرستان
حالی پریشان آنکھوں میں آنسو جھرتے سر جھکے تو تھے کہ پاس دھشت
لیجئے لگی باد کھٹے لگی۔

اسے بار بار دہرایا اسے غم راز دہلی انگار
آنکھ عشق سے چلے ہے دل
آہ یہ آگ کسی نے بجلائی ہے

اے تو تے! اب تو میرا دل اس کی بدائی آگ سے جلا ہوتا ہے اور
گیجر منہ کو چوڑا کرتا ہے۔ جگر کا پیر گیا۔ پیچ جان میں آگ کسی صوفت سے
اس گھر میں نہ رہوں گی۔ اور اپنے حافی کے پاس خواہ نہ خواہ جاؤں گی
تو میں جلد رخصت ہو کر تو تاتہ تے میں لڑا۔ اور کھٹے لگا۔ خدا حافظ
یقین ہے۔ کہ یہ اب اس گھر میں کسی طرح سے نہ پہنچے گی۔ کیر کو نہایت
بے قرار دیکھتی ہے اور میری جی بات نہ سنے گی۔ اور میں کہ غصہ ہے یہ
سچا کہ نہ لا چاری کھٹے لگے۔

اسے باخرا میں لے گئے برہنہ رخصت کن تاروں اور خدا سے چاہتا
ہوں کہ تو اپنے دل کو تار سے ملے۔ تو آپ ہی تو قدر کرتی ہے۔ جو نہیں
جانتی۔ یہ نہیں معلوم کہ قصبہ تیر کے لیے ہیں؟ جو رشتہ رچتی ہیں۔ لے
بہم ہاتھ اب دیو دگر۔ جلاؤ آیتے بار کھٹے لگا۔ جو بے بات بار کھٹا۔ کہ
کسی دشمن کا اعتبار نہ کرنا۔ نہیں تو تیرے میں دیسی صدمہ مگر نہ گے گا جو اس
امیر زادے پر اس صاحب کے سب سے بڑھا۔

جھٹ لے ہو چھا اس کی حکایت کیوں کرتے؟ یہ بیان کر۔
تو تانے لگا۔ کہ کسی دن ایک امیر کسی جنگلی میں شکار کھینے لگی خدا اور
ایک کا صاحب کہیں سے چکا ہوا خایت بدھ سے اس کے پاس
آیا اور کھٹے لگا۔ اسے امیر اپنے خدا کے ساتھ لے گئے کہ جو کھٹے لگے
چھپ۔ وہوں اور جھو کہ وہاں امیر نے ہو چکا۔ کہ اس قدر کہیں گھر آنا
چاہے اور تیرے صاحب نے کہ کہ دشمن میرا جھٹ لے کہ کو ہاتھ میں دشمن
بیجے ہوئے چلا آتا ہے۔ تو جھٹ چھا رکھ۔

یہ بات سننے ہی امیر کو اس پر دم آیا اور اسے اپنے آستین میں چھپا
دیکھ لہذا دم کے وہ شخص بھی ایک موٹا سا بٹن سے پھٹے آیا۔
اور کھٹے لگا کر ایک کالا سانپ ابھی میرے آگے ادھر آیا ہے کسی
نے اسے دیکھا ہو تو چھپے رہتا دے میں اس کا اس پاس سے کھینچا
کہہ آتے گھر کی راہ لوں۔ اتنے میں امیر نے کہ۔ جلائی ابھی یہاں بڑی
دیر سے کھڑا ہوں۔ لیکن میں نے تو قریب دیکھا۔ خدا جانے کہاں گیا؟ اور
اس نے بھی اسے خوب سا اور ادھر ہی لٹی۔ جب کہیں نہ پایا تب
اچھے گھر کا رستہ پکڑا۔

بعد ایک گھڑی کے امیر نے کہ اسے صاحب دشمن قرار کیا۔ اب تو
جاد تب صاحب ہنسا اور کھٹے لگا۔ اسے امیر اب میں لے گئے۔ چہڑے تو
نہیں مانا۔ اور تیرے بات تک منور لگا؟ اب سے مار سے کوئی یہاں سے
لٹا ہوں؟ تو قریب جاتا احوال میرا۔ کہ وہ دشمن ہوں قرار۔ جب کہ
مار لگا تب جانی لگا۔ اور تو خایت حق معلوم ہوا۔ جو تو نے کھڑا دم

تو تانے لگا۔ جس وقت ایک شیریں شہری نے دیکھ کر سمجھ کر ہو گیا
میرا ہا کرنا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اسے جس گھر کے دروازے پر آکر
میں شکار راہ دھرتے لگا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ رخصت بہت اٹھائی۔ اور رخت
بہت سی کی۔ تب یہ لا چاری اپنے گھر کی طرف پھرا۔ کہ گاہ رستے میں اس
نے دیکھا کہ ایک پیر خاصا سادہ لگا آنکھیں بند کیے دو چاروں لگا پڑا
ہے اور جھٹ لگا ہے۔ تب یہ اپنے جی میں غور ہوا۔ اور اس کو یہاں سے
اٹھا کر تیری ماہ کے پاس لے گیا اور کھٹے لگا۔ کہ میں نہیں۔ مگر دو چار
دن اور بھی نہ کھاؤں گا۔ تو وہ دیکھا ہوں۔ اور کہہ نہ ہو گا۔ اور وہاں سے
اگر آج تو تان کرے گی تو شام تک میرا دم سے گی۔ اس واسطے اس
پچھو لے آیا ہوں۔ تو اسے کھا ادا ہے۔ پچھو کو وہ دیکھا۔ اس نے کہا
کہ تو کو کوئی ہی چاہیے۔ لیکن میں دو کچھ کھٹے لے آئے دیکھتی ہوں
جھٹ اس طرح سے اسے کھاؤں اور انہیں دو دو پلاؤں؟

کو کہہ کہ موت کسی کی آتشیں رو
اپنی چستائی پہ ہاتھ دھر دیکھو
اور سوائے اس کے کہ تو میرا اور دل سخت دیکھتے ہو تم تو کھا رہی
نہیں کھٹے میں جلد تو دم دل ہوں۔ میری کہ کھاؤں؟ اور کو تو اس قسم کو
ہی اپنے کھوں کی طرح سے کھاؤں۔ پیر لے گا۔ بستر۔ آنسو شیریں نے اس
قیم کچھ اپنے بچے کے ساتھ پالا۔

بعد کھٹے دلوں کے اسے بیٹوں پڑے ہوئے اور اسے کچھ شیر کے
اس کو اپنا بڑا بھائی مانتے تھے۔ اور بھائی کی طرح اس میں کھینچا
کرتے تھے۔ اور اس جنگل میں سوائے اپنی اپنی قوم کے شکار نہ کرتے
اتفاقاً ایک دن اسے کسی طرف گئے۔ اور شکار کا شکر نہ لگے گا کہ
ایک اونٹنی کسی سمت سے انہیں نظر آیا۔ اسے وہ دلوں کے شیر کے
بے اختیار اس پر جھٹ۔ اور وہ اسے ڈر کے پچھے ہوا پاؤں پٹا اور
جھا۔ پھر کسی وقت سمجھ گئے جاکر چھپ رہا۔ شیر کے کھوں نے کھل اپنے
برائے چلائی کہ جانے دو دیکھا۔ آپ بھی جھاگے۔ بعد ایک دم کہ آپس میں دل
کھر میں آئے۔ اور میں سے وہاں کا ماہر کھٹے لگا۔ یہ بات سن کر کھوں
اور کھٹے لگی۔

پٹا یہ گھینٹ کا بچہ ہے۔ بہادری کہ کو مٹا ہے۔ اور دھتلی کے
ساتھ بھاگتا ہے؟

ذرا کب پہنچے۔ پٹا ایک کی رفتار کو
چہ گما دے کون اسے بل پڑا تو خدا کو

تو تے نے یہ کہانی تمام کے قصہ سے کہہ کر اب اٹھ اپنے مشرق
کے پاس جا کر اس سے مل کر مظاہر لگا لگا اتفاقاً کو ہونے پر پختہ
پالا کہ جاوے۔ اور اپنے جانی کو لگا دے۔ اس نے میں جیسے سادہ لکھی
مڑنے نے ہانک دی۔ جانا اس کا اس دور میں ہوں کیا دیا۔ تب یہ میرے
پرس اور دے لگی۔

جستہ کر کا ہے۔ یہ دل اٹھ لکھی دیکھتے
جو صحر کا شکار تم میں۔ زار میں دھتھر

کہا۔ اور میرے کہنے پر اقبال کیا اور اپنی آستین میں رکھنے کو کہلا دیا۔
تب میرے گھر گیا۔

اسے صاحب اپنی نے میرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور تو میرے ساتھ
برائی کی جا رہا ہے۔ یہ بات مناسب ہے۔ صاحب نے کہا۔ میں نے کھنکھایا
کے ساتھ۔ کہ توڑوں کے ساتھ لنگر کا ایسا پیسہ ہے۔ بیسیا لنگروں کے
ساتھ دیر کرنا۔ یہ سن کر وہ ڈرا۔ اور اپنے جہان میں کہنے لگا۔ کہ اب اسے
کہہ کر آستین سے نکالوں اور اپنا جہان بچاؤں۔ بعد ازاں کے ایک بات
ظہر کر کہنے لگا۔ اسے دیر مباح ایک اور صاحب آنا ہے۔ تو میری آستین
سے نکلی۔ ہم اور وہ دونوں چل کر اس سے پوچھیں مگر میری بات پسند
کرے۔ تو چھپر چاچا سوس میرا کرتا۔ بارے یہ سخن اس کا اس نے نہایت
اور اس کی آستین سے نکلی کہ اس صاحب کی طرف چلا تب اس نے
فرست پا کر ایک ایسا پتھر اس کے سر پر مارا کہ وہ مر گیا۔ اور اب
جیتا اپنے گھر گیا۔

فہم نے یہ سنا کہ سن کر کہا۔ اسے تو ہے؟ میں نے تیرا کہنا قبول کیا
اور نصیحت دانی۔ یہ تو مجھ اس وقت یہ سخن میرا سن کر جلد بھجے رخصت
ہوئے۔

قرتے نے کہا۔ بھترے اب دیر بہت کر جا اور اپنے دوست سے مل۔
اور خوشیاں کر۔ باغیہ سن کر چاچا چلی۔ کہ جاوے اور اس کو لگا لگا
انجے میں بھیج کر دھار پڑا مرنے کے باوجود۔

فہم نے مرگ کو گایاں دے دے کہ تو نے سے کہنے لگی۔ کہ اب مجھ
پرانی میں کیوں کر جاؤں؟ آخر کار جانا اس کا اس دور میں تو قوت نہ
تہ یہ بیت پڑھیں اور دے گئے۔

اسے مرچ سمسراج کر گھر کوئی بالوں
تو کہا ہی داخل سے تیرا گشت چاروں

فیصل کی کہانی | جب آفتاب چھا اور باد صبا نکلا۔ فہم نے سدا و
شوق سامیہ کہا۔ افسانہ کا پانچواں سے فیصل کی کہانی
ڈالے۔ کہ لکھنؤ دار گزشتہ کا شوق کے ساتھ لگا۔ جہاں کی حرکت کی گئی
بنا کر سوچے۔ جس کی دھڑکی۔ بالوں کا کھنکھانے آکھوں میں سوسہ جہاں
میں لکھی۔ اس طرح بناؤ غلطی کر۔ جو اب سے کہنے پاتے سے آراستہ ہو
ایسے بنی کہ احوال اس کے گھر پر ہے کہ بیان فیصل کی کہانی کی کہ

وہ کھنکھی کچی ہوں صفائی کے ساتھ
کہ جو رنگ سے جس کے رنگے رخت
صفائی یہ پر مشاک کی دیکھو
نظر سوچے میں ہے کہ سبیل سنو جو

اس باگ ہما سے اٹھی۔ اور قرتے کے پاس رخصت پچھنے گئی
اور کہنے لگی۔ اسے علم راز دے میرے دم سارا اگر آج میرے
احوال پر دم کرے۔ اور رخصت دے تو میں چھپ چھپ مچھ مچھ
گی تب تک میرے باور احوال اس کے گھر پر ہے کہ بیان فیصل کی کہانی کی کہ

ایسا ہے قراری کا جہتر سے اٹھتا ہے۔ کہ ہاں ہے حال ہوا جاتا ہے۔
آکھیں نہیں مٹتی ہیں میرے دل کو تب ہے
یارب ہاں میرا کہ میرے کسی کی حب ہے
دم لینے نہیں دیتے ہیں۔ بیسم کے دیر تاملے
کیا جا بچے کیا دل کو میرے درد کو صاحب ہے

قرتے نے لگا مبارک ہو۔ کھنکھنے سے جا بچے بات یاد رکھنا جس
سے جاتا۔ اس سے آستین کرنا نکلتا ہے۔ دل کو اس سے موت
کھنا نہیں تو یہ بات تیری کھن جاوے گی۔ اور جاکت کو پہنچے گی۔ جس
صورت سے اس کو گرنے اپنی جہر سے احوال کی۔ اور بار بار
فہم نے یہ چھپا۔ اس کی حقیقت کیے کر ہے؟ انکھ کر

قرتے نے لگا۔ کسی شعر میں ایک سنا سنا ہے۔ اور ادا تھا۔ اور ایک ہوا
اس سے بہ دل و دماغ رکھتا تھا۔ اس کی آستین کو بچ جاتا تھا۔ اٹھا
اس ہوا نے ایک فیصلی آستینوں سے بھری ہوئی نہیں سے باقی اور
نہایت کوئی حاصل کی۔ اور اس کو کھن کر گئی تو بھائی سواشٹی تھی
وہ پیاہ فیصلی ہے جو نے خوش خوشی سنا سے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔
میرے بہت اچھے تھے جو بے دل و دماغ اس قدر زور دے تھے
پایا حاصل کام۔ وہ فیصلی سنا کو سوچا اور یہ بات سن کر بھائی اچ
میری امانت تھیں پاس رہنے دے۔ جب چاہوں گا سے لگاں۔

بھائی دن کے اس فیصلی کو پاس ہے سنا سے طلب کیا تب وہ
کہنے لگا۔ اسے پاس ہی آگئے۔ اسی واسطے فہم سے آستین کی حرکت
لگا دے۔ اور مجھے چور دیا ہے؟ بھائی فیصلی نے کہہ دی تھی ۱۱
قرتے کو کہنے میں غریب۔ اب تو یہاں سے جا اور کسی جہر
الوار پر فہم لگا۔ جس کے صیب سے کہہ کر غرا غرا دے گا۔ اور فہم
غریب کے ستانے سے کہا بارے گا۔ میں تجھے اپنا دوست جاتا تھا
اور یہ کب معلوم تھا کہ تو دشمن ہوگا۔ اب جھوٹ بچ لگا۔ کہ فہم سے مل
لایا جاتا ہے۔ جہن مشورہ ہے۔ لے کر چور کھانے ڈالے۔ جھوٹے آگے
سجادہ پڑے۔

آخر کار اس سپاہ نے بہ لا پاری تاحی کے پاس جا کر فرار کی
اور یہ حقیقت خوب سوسا سے جا کر گئی۔ جب تاحی نے اس سے
پوچھا کہ اس بات کا کوئی گواہ ہے؟ اس نے کہا کہ بہت سلامت
سکھ کرئی نہیں۔ تاحی نے عقل سے معلوم کیا۔ یہ قوم سنا ورنہ کی نگاہ
ہوئے ہے۔ کچھ تعجب نہیں۔ اس سنا نے خواہ مخواہ دنا بازی کی ہوگی
اس دشمن پر سنا کر اور اس کی سناری کو بجا سمجھا۔ اور جہنکھو مو
ملا سدا سے کہہ چھا پھر انہوں نے سوا انکار کے سبزی قرار دیا تب
تاحی نے کہا۔ میں غریب جاتا ہوں۔ عقیدہ کرتے۔ اس کی فیصلی اٹاتی ہے
جب تک اس کی فیصلی نہ دے گا تب تک فہم کو چھوڑیں گا۔

یہ کہہ کر تاحی گھر گیا اور وہ شخصوں کی ایک صندوق میں چھپا
اور اس صندوق کو کوٹھڑی میں دھروا دیا پھر پھر نکلی کر سنا سے کہا۔
اگر اس کا زور دینا قبول نہ کرے گا۔ تو میں کھنکھنے سوا ڈالوں گا کہ

کر ان دونوں کو اس کو ٹھہری میں قید کیا، اور فرمایا کہ مجھ کو لودھانہ کے قلعے میں لے کر دلو گا۔ یہ کہہ کر تاجی کی اندر گئے۔ لودھو سے دونوں اس جگہ قید ہوئے۔ جب اسکا وصال گزری، تب اسکی قبر مٹ گئی۔ اگر کوئی اسکی قبیلہ لی ہے، تو مجھے بتاؤ۔ کہاں دیکھو ہے۔ اور میں تو اس قبیلہ کے ساتھ میری بھی جان جاوے گی۔ یہ تاجی سے قبیلہ نے ہم کو ہرگز جیتا نہ چھوڑے گا۔ تب اس سنا کہ کہ۔ ٹھانی جگہ جہاں میری چادر پائی گئی ہے۔ وہیں وہ قبیلہ بھی گزری ہے۔

یہ بات ان دونوں شخصوں نے اپنے کا فائدہ سے سن کر اٹھتے ہی بھیج کر دی۔ جب تاجی نے ان چادروں کو پھری میں لایا۔ اور ان دونوں شخصوں سے پوچھا۔ کچھ کھو۔ رات کو ان دونوں نے آپس میں دیکھا کہ کسی یا شب کسی کو دے۔ انہوں نے جو سنا تھا، سو کہہ دیا۔ تاجی نے اس جگہ سے وہ قبیلہ اپنے کو لکر کے ہاتھ ٹھوکر سپاہی کے حملے کی خبر سنا کر سو گیا۔

تو نے یہ نہ کہہ کر غیبت سے کہ۔ اگر زورگرا پتا احوال ہو دے نہ کہ۔ تو مان نہ جا کہ خیراب سدھا رہے اور اپنے مستحق سے مل کر مرزا جرائی کا اٹھائے۔ غیبت نے یہ سنے ہی چا کر اپنے خیراب اسکی سپاہیوں اور اس کی سپاہیوں کے گلاؤں سے اٹھتے ہیں اور کا تڑکا ہوا۔ اور مرزا بولا جان اس کا اس مذہبی موقوف دیا۔ تب یہ فرزند بھی اور سزا دیا پتہ کر دے گئی۔

اصل کی میں سحر سے چھوٹے شب
اس سحر کو خدا نہ دکھلاوے

آئینہ بیگ داستان | جب سوجھیا اور چاند لگا، غیبت پر شاکی بل اور جہاں رہیں کرتے کہ سچا اس وقت ہے کہ ان کو دیکھنے لگی اسے تو تیرے قرآن جاؤں گے۔ پر دم کر اور وضعت دے کہ یہ کون کون چکر کے گھبرا گیا ہے۔ اور وہی لکھتے ہوئے جا گیا ہے۔

یاد میں تڑپے۔ دل میں اہمیت خود کی
آج کچھ کاغذیں بدلے تھیں اور سبیا کو
چاہتی ہوئی کہ اس وصال کی اس کے پاس جاؤں۔ تو میں اس وقت ایک حکایت چھوٹی تھی کہ۔

تو آہ بولا۔ ات غیبت اسکی شرم میں ایک سردار گھٹا، نہایت مالدار لیکن وہ ہے اور ادا تھا۔ ایک دن اس کے دل میں خیال گزرا۔ اور اپنے ہی میں لکھنے لگے۔ اگرچہ میں نے اس جہاں میں دولت ہے، مگر پیدا کی۔ یہ کچھ حاصل نہیں، بس واسطے کہ ایک ہی لڑکا نہ ہو۔ اور میرے اس لڑکے کو روٹی کرنا۔ اور اس دولت کو اپنے قبیلے میں لا کر۔ اپنے جوتابا کا نام رکھنا۔

انوس صدا انوس۔

کسی طرف سے کچھ نہیں مجھ کو ہم
مگر ایک اولاد کا ہے الم

خیراب جہاں رہتا ہے۔ کہ اپنے بچے کی اس زہرے دنیا کو نام سلا لٹا ہے۔ اور پھر فقر، غریب، غریب، غریبوں کو کھلے۔ اور آپ پھر ہر کر یاد آ رہی ہیں مشغول رہیں۔

اہل فنا کو نام سے جتنی کھنگلے
لوگ سزا بھی مری جاتی پر سزا ہے

یہ بات جی میں خیراب کر جان میں مل گئی جا کر کڑا۔ اور اس کا ایک زور خدا میں کا نام لگا کر ہر ایک غریب غریب کر گیا۔ آپ ایک ٹوٹے سے ہونے پر لنگو کھینچے اس طرح بھوکا پیا سا پڑا۔ اس شب کو بھرا دھکات کے کیا خوب دیکھتا ہے کہ ایک شخص اپنے سارے سامنے کھڑا ہے۔ اس نے اس سے پوچھا۔

اسے عزیز کوئی ہے؟ وہ بولا۔ میں اصل صودت خیرات الفت کی ہوں۔ تو نے آج اپنا مال و اسباب خدا کی راہ میں خیرات کیا ہے کہ
اپنے واسطے نہ رکھا۔ اس واسطے ہی کہنے آیا ہوں۔ میں کو برہمن کی پوتہ بن کر خیرات پاس آؤں گا۔ تو مجھے مارے لاٹھوں کے مارا۔ ان میں ٹھہری میرا دم بدن سے لگے کہ تمام سونے کا بن جاوے گا۔ جس عنصر کو چاہتا کاٹ دینا۔ وہ منور ہوا اس وقت دست ہر جلتے گا اور تیرے ہاتھ جیت ماسو ناگے گا۔

یہ بات اس کا نصیب کر کر اھر گئی۔ اور اس صبح کا ناگہانہ ہوا۔ جب اس کی آنکھ کھلی گئی۔ سوائے اپنے اور اس ایک ہونے کے کچھ نہ دیکھا۔ اپنے دل میں غصہ ہو کر کہنے لگا۔

انجی! یہ جہاں نے کیا سنا دیکھا! خیراب اس کی کیا ہے! کچھ کچھ نہیں معلوم۔ تو کریم کا مارا ہے۔ جو چاہے سو کرے۔ اس میرا ہی نہیں تھا۔ کہ ایک تمام اپنی کسبت بھلی میں دبا ہے۔ برے اس کی طرف ہونٹوں اس نے پکڑا ہوا اور اپنا سزا سناتے لگا۔

لہذا ایک دم کے ایک برہمن اس کے سامنے آیا۔ تب اسے اے اپنا مات کا خطاب پاؤں گا۔ اس ٹھہری سر منڈانا موقوف کیا۔ اور اس کو اپنی کو لاٹھیاں مارنے لگا۔ اور یہاں تک مارا کہ وہ اپنے جی سے گئے زمین پر گر کے ایک پتلا زور سے کاہر گیا۔

سردار گھٹے اس پتلا کو اپنے ٹھہریں رکھا۔ اور خود اسامانائی کو دے کر کہا کہ تو یہ بات سن کر نہ کہنا۔ اور وہ اسے ادا اپنے کا ہی مت ساقط ہو کر یہ کسوت کیا کا حق قضا ہے، چاہا جہاں میں اس سرے کو بھلی میں مار کر جلدی جلدی اپنے گھر آجائے۔ لاش کوئی اس کا نہیں لے کر دفن ہے۔ پر اس تاک میں بیٹھ رہا کہ کوئی برہمن اس طرف سے آوے۔ تو یہ مارے اور سنا بنائے۔ اتنے میں ایک گروہ برہمنوں کا اور صرے آئے۔ اور اس نے ان کو اپنے گھر میں لایا۔ اور انکی نیافت میں دل لگایا۔

بعد ایک ٹھہری کے ایک لاش کوئی اس اٹھان کی کہ ہے خدا پینے لگا۔ اور یہاں تک مارا کہ سر اس کے چھوٹے اور صولہاں ہو گئے۔ تب وہ سب کے سب غل جاتے گئے۔ کوئی اس واسطے گریبان کے کھنڈ

کان، تو مانگے گا۔

وہ تجھ سے کہنے سے روک رہا ہے، بڑا فرق ہے۔ یہ کیا حق ہے؟
ماشوق کو صبر سے کیا نصیحت؟ اور بھلا کہ وہ ڈار کا ہے کب فرحت۔

مجھے عشقِ تیرا کس کا روی لگے
اسے زندگی جگ میں بھاری لگے

ایک عاشق نے مشوق دہلا کر کوئی کسی پر شرمنا، اور وہ بھی بادشاہ
زاد کا، اپنا بیباہ، ذکر کی کسی اسٹے کو وہ ایک مدت تک مرد کھانم سے
بیزار عشقِ تیرا خوبہ شوہر نہ رہ سکی اور غم میں ہی غصے جھڑپ سے بچا کر
اس کی داستانیں کہیں کر چھ بیان کر۔

تو مانگے گا کہ کسی وقت میں کا بادشاہ نہایت مشغول تھا، اور ایک
وزیر مقلد بھی رکھتا تھا، اتفاقاً وہ ایک دن اپنے محل میں بے خبر رہتا
تھا، اتنے میں اس کے وزیر کو کہہ دیا کہ ایسا ہی کار ملک میں مصیبت کرنی ضرور
ہوگی، کہ اس کی اس نے اپنے بادشاہ کو بیدار کیا، اور وہ چو گئے، اس
نچا کھینچ کر اس کے چھپے چلا، اور وہ اس کے آگے سے بھاگ کر کسی
کے گھر جا کر چھپ رہا، تب یہ پیش میں بھرا ہوا اپنے تخت پر جا بیٹھا اور
موجھوں کو تازہ دیتے لگا، اور بادشاہ کوئی پر مارتا تھا، اور ہمارے گھر کا
چلا گیا تھا۔ ہے، افسانہ ہو چو کر ہی چھاتا تھا۔

اور کان دولت نے عرض کی کہ جہاں چاہا، آپ کو کیا برا ہے، ان خانہ
زادوں کو یہ کچھ معلوم نہیں چھتا، اور اس نے کیا ایسی تعصیر کی ہے کہ
جس کے دماغ سے قیود عالم نے اتنی تکلیف کھینچی۔

کچھ بادشاہ ہو، ہمارے میں اس ہے اولیٰ سے باز رہی، اور ملک طوطی پر
کرنا کو میں تب بادشاہ نے ان پر دم بھرا اور یہ فرمایا کہ بھائی، میں ابھی
سوئے سوئے کی خواب پر کھٹکا ہوں کہ میں کسی بادشاہت میں جاؤں، اور
وہاں کی شہزادی سے شوق طاری ہوں، کبھی میرے ہاتھ کی چھ بیٹے ہے، وہ
کبھی میں اس کے پاؤں پر سر رکھتا ہوں، اتنے میں اس وزیر کو تخت سے
اگر خواہ نہ خواہ چھ کر چھکا دیا، اور زندگی سے بے مزہ کیا، اس بات کو میں
کراؤں نے عرض کی کہ خداوند! شہزادی کیسی حق ہے تب بادشاہ نے ایک
آہ کھینی اور یہ تعلق چھلا۔

تعلق سے چھرا سے شاد کر دے
اٹھا، اب مجھے آزاد کر دے
میرے عزیز میں رہی کی کچھ نہ بولجے
جسے چاہے اسے فسر باد کر دے

آفتاب خان نے یہاں میں سے ایک وزیر کو مصوری بانٹا تھا اس نے
برجواب فرمایا نقش بادشاہ کے اس شہزادی کی شکل کے سوائے ایک
تصویر کھینچی، اور آپ ایک گھر گاہ میں جا بیٹھا، اور کوئی دوسرے حاضر
وہ وہاں سے دھتے سے آنا تھا تو یہ اس سے بھی بچتا کر لے نہ کر موت
کیا میں موت دیکھو ہے، تو مجھے خبر نہ دے، یا سمجھو جو تو کر دے، یہاں کھین
کا ہمارا اب نہ رہتا تھا۔

اور اس احوال کو خوب شوخا کر کیا، اور اس سے مدد چاہی۔ تب ملک نے
شکر خود سے احوال پر اور اڈاڑی کے ٹوٹنے پر بھی رحم کھایا، اور کہا
کہ اسے شکر خود سے اڈاڑی پر چھ رکھ، مجھ کو بھی اس کے مارنے کی بات
اسی حکمت سمجھو ہے، جس سے پہلا کو بہت کرتے ہیں، وہ پیر کی ہے
چلیں، اور وہ تدبیر ہے کہ پہلے وزیر و اس کے پاس جانے اور پھر
آواز دیکھ پکچ ہے اسے موت کرے، تب وہ مستی میں آکر سے تب یہ
مرتا اور زلزلہ اپنا چرچہ سے اس کی آنکھیں نکال لے، کہ وہ جہاں دیکھ
اس کی آنکھوں میں ہلکے ہو جاتے، پھر یہ کئی دن کے جب یہ مارے
پیراس کے غایت تلک ہوگا، تب اس کے سامنے میں یوں شروع کریں گا
اور وہ حلیم کرے گا کہ میں تجھ میں لگا کر ہوں ہے، وہاں مقدور ہوں گا
ہے، اس شب سے وہ اٹھ لے آگے قدم بڑھاوے گا، اور میں پہلے
پاؤں بھوں گا، اس طرح سے بہت بہت بھلائے بھلائے، ہاں گا
اور ایک ایسے غور غم میں گراؤں گا کہ پھر اس کی کوئی آواز میں نہ
سے گا، اور وہ بھی وہاں سے قیامت تک نہ نکل سکے، آپ بھلا یہ کس
مسک کہ مارے ہو کہ کسے مر جاتے گا، اگر اس بات پر وہ ہر
ایک آپس میں مشغول ہوا، اور اس وجہ سے اس کا عشق کو بک کر گیا۔

تو نے نے بھی یہاں تک پہنچا کر کہ اسے جھڑپ سے پاؤں اٹھ دو کرنا
ضعیف جانوروں نے جیت باؤں، تو ایسے ہاتھ کو مارا، اور باندھ کر
لپا کر کوئی ٹھنڈی آہ میں بھرتی ہے، نام کو دوں شخص جیت ہاتھ میں
لگے، تو یہ کیا دخل ہے جو کام نہ ہو، تو نے نہیں سنا کہ وہاں کھینچی میں ...
جیت کا رھا اور اسے جو خون نہ لگا، سہارے گا، لپا کر خون ہو، اب جا
اور اس سے مل، جھڑپ سے پہلے ہی چا کر جاوے، اور اسے لگے
لگا دے، کہ اتنے میں پوچھیں، اور مرے نے لگا دی، چھاپا اس کا اس
اور وہ میں ہی ہی موقوف رہا، تب یہ فرد زبان پر لائی، اور وہ اختیار
دے دے کر چلائی۔

اس حشر کی دلا عداوت سے

شام ہوئی نقشہ نہیں آتی

جب صبح چھلا، اور چاند تلک تب جھڑپ کھینچ مرنا
تھیں سوال تعصیر لگ زور، ہر وقت تھیں، ہر پہل میں چاک کر جاننا
سرور کھڑے پہلے، حال تباہ، ہوگا وہاں کی صورت بنانے ہوئے تو نے کے
پاس دھت لینے آئے، اور کہنے لگی، اسے تو نے! میں نے اکثر رنگوں
کو زبان سے کہہ کر ایک شخص نے کسی دانا سے چاک ہو گیا کہ عشق کی چیز
ہے، تب اس نے کہا، کہ عشق کو ملک الموت کہتے ہیں، اور جانے دے
اس کو آفت ناکاں ہی چھتے ہیں۔

عشق جس کے نہیں سستا ہے

وہ بے چارہ جہاں سے جاتا ہے

اور ہر ایسا احوال اس کی سخت نے یہاں تک پہنچا یا ہے کہ کچھ ہی
جانتا ہے کہ کب یہاں میں آتا ہے کہ اس کو موقوف کریں، اور صبر
کر کے بیٹھ رہیں، مثل مشورہ سے صبر پڑے، وہ سوتا جس سے لپٹ

مصوروں میں مشہور کیا۔ یہ خبر اس ملک کو پہنچی کہ ایک معذور قد رات شہر میں لٹائی آیا ہے مگر ایسا نہ دیکھا۔ نہ سنا۔ تب شہزادی نے کہا اس کو ہاتھ دے پاس لے آؤ کہ چارہ سے مل جائے۔ اس نے اس کو ہاتھ دے دیا۔

عالمی کام وزیر اس کے محل میں گیا۔ اور اپنے ہی بادشاہ کی تصویر مع شکار ۱۰۰ اس کے محل میں بھیجی۔ شہزادی نے جو نقشہ دیکھا تصویر ات کر دیکھا۔ تو متعجب ہو کر کھنڈے لگی۔ یہ تصویر کس کی ہے اور کونسی طرح ہے؟ اس نے عرض کیا۔

اے شہزادی! یہ تصویر میری ہے بادشاہ کی ہے اور یہ شکار لکھا ہی کے دھننے کے مشابہت ہے۔ اور جانور اور ہرن اور بچے ہرن کے انھیں جانوروں کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

ایک دن یہ بادشاہ اپنے بالاطاعے پر بیٹھا ہوا صحرائے کبیر کو رہا تھا۔ اچھے میں ایک طرف سے ایسا سیلاب آیا کہ اس نے اتفاقاً ایک جوڑا ہرن کا اپنے پھول کو لیے ہوئے کسی درخت کے نیچے بیٹھا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی ہرن اپنی جالی کا وہ بشت کے چوں سمیت ہرن کو جھڑکے۔ وہ دونوں کی طرح بھاگی۔ ہرگز ہر چند اس سے بچا نہ رہا۔ اسے ہرن! یہ ہے دفانی کا وقت نہیں بچے مت چھوڑو۔ اور لڑائی پھر پھر دم کرنا۔ اس سے نہ نہ ہو۔ اس نے یہ بات ہرن کے سامنے اور کیا جانچنے آپ کہاں بلی گئی۔ اور وہ ہرن مارا۔ اسے اغت کے چوں کے جلا نہ ہوا۔ اظراسی میل میں چوں سمیت ڈوب گیا۔

اسے ملکہ اس روز سے یہ ہے مرنے والی اور یہ دونوں بادشاہ نے ارادہ کی دیکھی۔ اس دن سے اپنی شادی نہیں کرتا۔ بھر عورت کے نام سے مرنو کو مسمیٰ تھا۔

ملکہ نے جو یہ بات سنی تو بھر غصہ لگا اپنی بیوی استانی جان اور کہا۔ اے معذور! احوال میرا اور اس کا ایک ماں ہے۔ کیونکہ میں نے سرور کے وہم دیکھا۔ اس واسطے سرور سے ہاتھ اٹایا۔ اور اس نے پہلی کو جب وہ دیکھ کر رڈی سے کہا دیکھا۔ اگر ہمارا شادی اس کے ساتھ ہو تو کیا غیب ہو۔ اظراسی دوسرے روز شہزادی نے وہاں دیکھیں اس کے پاس بھیجا۔ اور اپنا لالچ بکھڑا کر دیا۔

تو نے جب یہ کہانی یہاں تک پہنچائی۔ غصہ سے کہا۔ اے بیوی تو کہتے ہیں۔ میں اس سے دوسری ترک کر دوں گی۔ مگر یہ بات کسی سے ہو سکتی۔ تو وہ ملکہ اپنی شادی میں نے کے بادشاہ سے ڈانٹ کر بغیر اس سختی سے ہاتھ اٹھائیے۔ اور اپنے مسطور سے صحبت میں لگ گئے۔ غصہ نے یہ طعنے ہی چا کر اپنے شہنشاہ اس کے پاس پہنچا۔ وہ اس کے اپنے گئے لگا دے۔ اس نے گھر میں بھاڑ کر لیا۔ اس کا اس کا دوسرا بھی عورتوں پر متبہ رہتا ہے۔ اور یہ اختیار نہیں ہر گز۔

کاشف کے رات ہی نکل جاتا اس صبح کو خدائے رکھنا

اتفاقاً بعد ایک مدت کے کسی طرف سے ایک سیاح آن کر لکھا اور اس کے ساتھ جڑی کی کشتہ کرتے لگا جب اس وزیر نے اسے وہ تصویر دکھائی۔ اور یہ بات کہی۔ اسے تعجب

بچے کہ۔ تو نے اس شکل کی زندگی دیکھی ہے تب اسے وہ پیش نہ کیا۔ بااثر اس میں سے خوب واقف ہوں۔ یہ وہم کی شہزادی ہے۔ باہر اس میں سے آج تک اس نے کسی کو شہر نہیں کیا۔ بلکہ سرو کے نام سے تھا کرتی ہے۔ تب اس وزیر نے یہ چاہا کہ وہ اسے خاندان میں کوئی نائب اس نہ لے۔ جسے اس بات کو بھی خوب جانتا ہوں۔ وہ یہ سبب ہے کہ کسی وقت میں وہ شہزادی بارہ دہائی میں بھیجی ہوئی ایک باغ کی کبیر کر رہی تھی۔ اور اس باغ میں ایک حارث کے جوڑے سے کسی درخت کے اوپر اڑے دیکھتے تھے۔ اور آپس میں بولتے تھے کہ ان دونوں کو سے رہے۔ اچھے میں اس گشتاں میں آئی تھی۔ یہاں تک کہ تمام درخت لگ چل گئے۔ بلکہ اس کی جگہ سے وہ بھی درخت جڑا۔ اظراسی جوڑے میں سے کوئی ایک ہوا شست نہ ہوئی۔ اچانک وہ وہ میں پھوڑا کہ آپ اس آشیانے سے ہوا ڈال گیا۔ اور اس کی مرنے سے ہر چہ لگا۔ اسے سورا اس وقت چھ کر اس وقت میں نہ چھوڑا۔ اگر وزیر کی اغت سے نہیں رہتا۔ تو ان پر جس دہم نہیں کہ ۱۶ اس نے ہرگز اس کا گنا نہ مانا۔ اور وہاں سے اڑ پئی۔ وہ مرنے مارے محبت کے ان دونوں پر سے نہ اٹھی۔ اور وہ میں چل کر دیکھ ہو گئی۔

شہزادی نے جس روز سے یہ ہے دفانی ترک کر دیکھی ہے۔ اسی دن سے تمام مال مرکا کام نہیں بیچتا۔ اور غنازداری نہیں کرتی۔ بلکہ اس بات کا عہد کیا ہے کہ کسی مرکا کام نہ لوں گی۔

وزیر اس بات کو سخت ہی شایستگی خوش ہوا اور اپنے بادشاہ سے عرض کرنے لگا کہ یہاں بیٹا ہے میں شہزادی کو خوب میں دیکھا تھا۔ اور میں اس کی تصویر لکھا۔ لکھنے لکھا میں۔ پھر اچھا ہو گئی اور میرے گھر کرنا تھا۔ جس اسے وہ تصویر دیکھا تھا۔ اور اس کا نشان پر چھتا تھا۔ بارہ آج ایک بغیر کہیں سے نہ آیا۔ میں نے یہ تصویر سے دکھائی اس نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ تصویر وہم کی بادشاہ ڈال کر ہے۔ بادشاہ اس طرف سے بہت خوش ہوا۔ دیکھنے لگا۔

اسے وزیر آج ہی کسی آدمی کو شہر دم میں بھیجا کہ وہ اس ملک کی خواہش گاری کرے۔ وزیر نے جب بادشاہ میں عرض کی۔ جہاں بیٹا وہ اپنا بیٹا نہیں کرتی۔ بادشاہ نے کہا۔ اس میں کیا عہد ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ وزیر نے ہوا مال گاؤں کا اس بغیر سے سنا تھا۔ ہر ان دونوں بادشاہ کے سامنے ظاہر کیا۔ یہ احوال میں کہ بادشاہ نے کہا۔ پھر کو کیا چاہئے؟ وزیر نے عرض کی۔ اگر حکم ہو تو میں جالیں۔ اور تصویر غلامی اسے دکھاؤں۔

جس صورت سے تم اس کی صورت خواب میں دیکھ کر باختم ہوئے ہو۔ وہ اس طرح تھا۔ سارا آپ کی تصویر دیکھ کر خستہ ہو۔ اظراسی معذور پھر خود سے رخصت ہوا۔ اور اس ملک میں جا پہنچا۔ اور اپنے بیٹے

بادشاہ نے کہا۔ اگر اس غلام کو تیرے پاس سے میں مانگوں تو وہ لے دے یا نہ دے؟

خزدار نے کہا کہ نہ وہی کیوں کہ بادشاہ نے اس کو بچپن سے پہنچے فرزندوں کی طرح پرورش کیا ہے۔ اگر تم کو اس کی تمنا ہے۔ اور اسے بلوانا منظور ہے تو اسے ایک سو اکر میں اپنی طرف سے بھیجوں۔ باور کچھ اپنی نشانی دوں۔ دوسرے کو اسے اپنے دادا اس لڑکے کو کہوں تو شاید اس سبب سے جہاں بنا دے۔ اور وہ بھی آوے۔

چنانچہ بادشاہ نے اس کے کہنے کے پر موجب ایک سو اکر نہایت مالدار و مالدار کا سٹے تجارت کے دم کی طرف دفعہ کیا۔ جس وقت وہ تاجر بادشاہ کے پر موجب فرماتے کہ مال داسباب حاصلے میں لڑکے کے لئے بچلے۔ اس وقت خزانہ نے بادشاہ سے چھپ کر اس سے کہا کہ اسے سو اکر اور لڑکا غلام نہیں میرا بیٹا ہے۔ میں اس کے قلم میں ہوا چٹکی ہوں۔ ایک سبب تھا جو میں نے بادشاہ سے کہا کہ وہ میرا غلام ہے۔ تب کو بھی غلام ہے کہ تو اس کو غلاموں کی طرح نہ لے۔ خزانہ نے سو اکر اکر کئی دن کے گیارہ سو اکر لڑکے کو برصورت بادشاہ سے لے لیا۔ اور اس بادشاہ کے لئے کہا۔ شاہ نے اس لڑکے کو خوشنود ہنرمند یا پھر نہایت خوش ہوا۔ اور اس تا جگر ایک نعت خاصہ لکھا اور اس غلام کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اور اس کی اسے دوسرے دیکھتے تھے اور اس کے سلام و پیام سے اپنی خوش فرم کرتے۔

آٹھ سال بادشاہ ایک دن لڑکا بھیجے تھے۔ خزانہ نے فرستے جا کر اس لڑکے کو میں بلوانا چاہتے تھے۔ لڑکا یا اس کا سر منہ جلا کر لڑکے کو ہم اپنا اس سے کہہ دیں۔ خوشنود دارا نے اسے لڑکے کو کہنے لگا کہ خزانہ نے فرستے ہیں۔ جہاں بنا دے کہ لڑکے اس غلام کو مل میں طلب کیا اور اپنے ہمارے بیٹا پر قبضہ رشتہ لڑکے کو بادشاہ نہایت اپنے ہی میں آکر لے لیا۔ اور کہنے لگا کہ اس کی صورت سے ڈرتے۔ کہیں اپنے ہی سے بچلے جاتی ہے کیا ہی فکر کر کے اپنے باؤ کو دم سے بلوانا۔ اگلے دن چلو۔ میرا بچہ بد شکار ہے۔ مل میں داخل ہوا۔ اور ایک کرسی پر بیٹھا۔ پر شکر پر کھڑے رہا۔ اس حالت میں خوشنود نے میرا بیٹا دیکھا تو اپنی ضم سے مدافعت کیا۔ اور کہہ لگا کہ آج میرا بچہ بھلا اس موقع پر تھا کہ یہ کیا سبب ہے؟ تب بادشاہ نے کہا کہ کیا مطلب تھا؟ اپنے مشرق کو دم سے جو کہ میرے ہنرمند اور لڑکے سے بچے دفائی کرے۔ یہ کیا شرط اور بے شرط ہے؟ پتا چلا کہ اسے چاک کرے۔ جو عاشق مشرق کو بک مار لیا ہے؟ پتا چلتا ہی میں کہنے لگا کہ یہی کہہ دے غلام کو مار دے۔

یہ نظر ایک چھٹا لڑکا لڑا۔ اور کہہ لگا کہ اس کی گھسی اس کے سر کو قے سے جا کر دے۔ یہ سخت ہی اس لڑکے کو جلد سے لڑا۔ اور دفائی گاہ میں بٹا کر چلا۔ اسے اپنی گرفتار تو نہ مانا تھا کہ وہ بادشاہ بھیجے ہے۔ اس سے دوستی کر دے گا تو کہہ کر چلے گا۔ اور تیرا قدم کیوں کر مضبوط تو تھا؟ بادشاہ میں گیا۔ اس نے کہا کہ تو اس بات کو دیکھ میری بیٹی میں ہے۔ جب میرا بچہ مارا۔ تب اس نے اسے اپنا شہر پر کیا۔ اور مال سے خرم

جہاں کے تو یہ نہیں بھی لکھ دیا
و ملے حاصل ہمسرد۔ وصل یار
شب و روز بی مل کے باہم مشروب
مصر و مصر کو رشتہ سے کر کیا ب

اگر سوانے میرے سے اس حال سے کوئی اور گاہ ہو تو بھی کیوں کر کرنا۔ جس میں اس دم کی خوشنود نے ساتھ اس پاک دامن کے ساتھ۔
فانے پر چھا۔ اس کی حکایت کیوں کر ہے۔ یہ بیان کر۔
تو کہنے لگا۔ ایک بادشاہ دم کی بادشاہت کے قریب بہت بڑا تھا۔ لکھا
ایک دن اس کے دربارے لگا۔ اسے جہاں پتا اور دم کا بادشاہ لکھا ایک لڑکی خوشنود نہایت ہے کہ اس۔

جب طبع کا نور سے جاں فسر
کو سر و سر و سر جس نے ہو شکر

اگر وہ اپنی بیٹی جناب عالم بنا دے تو کیا خوب ہو۔ خوشنود نے اس سخن کو دربار کے نہایت پہنچا۔ اور ایک لڑکی کے ساتھ سرگت اس لڑکی کی طلب کا پیغام دم کے بادشاہ کو بھیجا۔ جس وقت اس نامور نے یہ پیغام اس بادشاہ سے جا کر لکھا۔ اس وقت وہ اپنی پر تھا۔ اور کہنے لگا۔ اسے میرے قریب بادشاہ سے لے کر کیا تھا؟ اس صاحب کا پیغام بھیجا۔ اگر میں اپنی بیٹی پر اس کی مصلحت کو نہاں میں لکھا چاہوں گے کیا کہوں؟ پتا دوسرے ساتھ سے ہنرمند ہے کہ میرا ہنرمند کرنا۔ خزانہ نے۔ خزانہ میں ہے۔ وہ۔ پکار۔ اس تعلق سے غرض کرنا۔
دراں سے نہایت بچا۔

اسے دیکھتے ہیں وہ لڑکی
کے تو کہہ جیتے ہی ہی مرگ

اس طرح بچے پاؤں جہاں اپنے بادشاہ کے پاس آیا اور اداں کو داروستان بیان کوئے۔ یہ بات بادشاہ کو نہایت ناگوار معلوم ہوئی۔ یہی لڑکی ایک طرح کا پتھر اپنے ساتھ لے کر چلا گیا اور اس کے کھنکھارک آن میں نہایت دکان کا کھنکھار۔ جب وہ شگ آیا۔ پتا چلا کہ اپنی لڑکی کی پائی اور اس لڑکی کے لئے خاندان سے جو ایک لڑکا جو تھا۔ اس کو اپنے پاس لکھا۔ اور اس لڑکی سے کہا۔ با۔ اپنے دگے طور کو اس حال سے خوشنود سے مت کہنا۔ یہ کہ اسے اس کے خاندان کے ساتھ دفعہ کیا۔

فرزند بادشاہ اس شہزادی کو لے کر اپنے شہر لکھا۔ اور اس سے پیش و مشرت کرے لگا۔ بعد کوئے دن کے خوشنود اپنے بیٹے کی جوانی میں ہے۔ خوشنود نے لکھا۔ اور لکھنے لگا۔ بادشاہ نے بات ہی میں نظر لگا کر لکھا۔ یہ لڑکا بادشاہ کے ساتھ کیجئے کہ جس کے سبب اس لڑکے کو لڑا۔ اس خیال میں غصہ ہی جراتے ہیں۔ بادشاہ نے اسے ایک دبا ہوا ہنرمند قیمت سے ہوا پر لیا۔ تب خوشنود نے کہا کہ آپ کے لئے شاہ کا وزیر ہے۔ باپ کے پاس ایک ایسا مصلحت غلام ہے کہ کیا کہنے چاہئے۔ وہ بچہ ہنرمند ہنرمند ہے۔ اگر وہ اس وقت جہاں جاتا تو اس میں بھی کوئی بات کرنا۔ اور اپنا جاتا۔

کے میرا اسماں اس سے نہ کیا، میں جھٹ نہ ہوں گا، اور اچھڑا
تاجو میں ہوں، میرے تیرے تاج کو اب میرا تو جھڑکا
خبر سے کسی نے لگ دیا۔ تو بھڑکا

اس بات کو سنتے ہی حلا کو دم آیا، اور اس کے تھکے سے اُڑدیا اور
اپنے ہی کمرے گھر گئے، گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے لیکن
بار بار دھڑکاؤ کی خاطر اس کو کچھ سے ٹھپ کر کے اندر میں اس کو کسی
کے پاس جتنا نہ پہنچاؤں گا، تو میں بھی اسی طرح دوسرے کے ہاتھ سے
مارا جاؤں گا۔

اس دن بیٹے کو مل میں جگہ دے کر بادشاہ سے عرض کی، جہاں تاجہ
اس شخص کو رہاں جا کر رہوں گا، جہاں اپنی کام بھی نہ کرنا، عرض میں جانے
سے وہ بادشاہ سے لے کر اس کو اپنے گھر پہنچا دیا، وہاں جہاں وہ رہا
کے بادشاہ کی جناب میں آن کر عرض کی، جہاں تاجہ اس کا سر قدم ہمارے
پر ہونے پر۔ بارے اس بات کے سنتے ہی غور کی اس میں تعلق غضب بادشاہ
کی دیکھی ہوئی، چہ شہزادی کا اعتبار اعلیٰ گیا۔ اور اس کا کہہ میں اور بھی
صہبت کی آگ بھڑکی۔

کچھ پڑ ماں تو میں وہ گئی
گئی کی طرف سے جس وہ گئی

چہ اختیار دے دے کر اپنے ہی کے کئے تھے۔ یہ کیا ہوا اور ہوا سا۔
اور اور خاندان چھوٹا تھا، ایک دن ایک بڑھیا جس اس کے محل میں تھی
تھی اس نے پوچھا۔ اسے یہ لہ، اس جوانی پر غم کا کافی ہے؟ اس
طرف سے آغوش پر سر پر سنہ ڈال کر پوچھا، جہاں ہے، تب اس نے ملایا
احوال اس سے کہا کہ یہ میرا تاجہ پرگزرا، اس نے عرض کی کہ اسے شہزادی کا
تو خاطر ہے رکھ۔ میں ایک جانے سے تیرے بادشاہ کو تھو پر مہربان کروں
گی، اور محل میں سے آؤں گی، شہزادی نے کہا۔ اسے مارے صبر کیا اگر
اس دور کی دوا کہہ گی، تو میں تیرے دامن و جیب کو جو میرے بھر جوں
گی، آخر کار ایک دن اس پر فال نے بادشاہ کو تیار رکھ کر پھینچا۔

اسے شہنشاہ اس کی کچھ کچھ دیاں سے شکوہ کچھتے ہوں، کیوں اور ہی
جاؤں بغیر تو ہے۔

تجھے نت رکھے خوش میرا کرگار
تیرا اس جوانی کے بڑھیا تھا

بادشاہ نے کہا۔ اسے مانا ایک تخت اس میں وہ وہ چہ وہاں لکھا ہوں
کو جس کا بیان نہیں کر سکتا، چنانچہ وہ دوسرے سے شہزادی کے نام سے
اس نام کو بایا کر جس پر عاشق تھی۔ اور جس نے اسے تھک کر یہی شہزادی
کو نہیں مانا تھا، کیوں کہ خدا جانے یہ بات جھوٹ ہے یا چکا، نہ بات سنتے
ہی وہ پھر زائل کئے تھے، کہ میرے پاس ایک غور کیا ہے کہ وہ جس
سوئے ہوئے کی چھائی پر رہے، وہ سب اپنے ہی کا احوال تو خیر کرنا
تو خیر کیوں نہ ہو، تم اس کے بیٹے پر صبر، کیوں اس کے ہی میں جو رہا
سو سب آپ سے آپ نہ کہہ دے گی، بادشاہ نے کہا کہ وہ تو خیر ملے۔
بڑھیا نے اس غور ہی وہ تو خیر بادشاہ کو لایا۔ اور اپنے تھکے شہزادی

کے پاس پہنچا کر کہا۔ آج تو سرخام ہی جھوٹ ٹھٹ سورہ۔ اسے ٹھٹ
جس وقت بادشاہ تیری چھائی پر سو رہے تھے، تو اس وقت سونو کی
طرح جو تیرا احوال ٹھٹ ٹھٹ ہو، سو سو بہ چلی کہ دیا۔

حاصل کام۔ جب پھر بات گئے بادشاہ نے اس شخص کو بادشاہ کا
کے بیٹے پر حرم ہی دیا۔ دوسرے اس نے اپنے پہلے خاندان کا دور اس
لڑکے کا احوال ایک بیک بیک کر دیا۔ بادشاہ نے جرح بات سنی۔ ۱۰ بجے
کو نہایت حیرانی کی، اور بیٹے سے لگا کر کہا۔

جانا اس واسطے یہ ماناؤں گے مجھ سے پہلے ہی نہ کیا، وہ گھر کر ہوں
میں نے کوئی سی بات چھائی؟ بادشاہ نے کہا۔ وہ تیرا سگ بٹا تھا، تو
نہاں کیوں بنایا؟ تب اس نے انھیں کچھ کیے عرض کی۔

کہ کچھ مضم معلوم ہوئی تھی کتنی تو میری کتنی؟

بادشاہ نے اس کی گھر پر جھڑکا کر کہا کہ۔ کہ جس اس دن کے کو میرے پاس
ہے۔ اگر کہہ ہے۔ تو اس کی گھر کہاں ہے؟ بتاؤ اس نے کہا کہ جہاں پنڈیا
میں نے اسے تاحال نہیں مارا، وہ خدا کے فضل سے جتنا جاگتا تو کہہ ہے
یہ بات سنتے ہی بادشاہ نہایت خوش ہوا، اور اس وقت دن کے کو کو کر
مال کے حوالے کیا، اس نا امید نے لڑکے کو گودی میں لے کر دگاہ الٹی
میں مجدہ ٹھکرایا کیا۔

تو نے یہ کہا ہی تمام کر کے کہ۔

اے بالوا اگر تیرے کو میں کوئی شکل پڑے، تو تو میں اس کی طرح بیان
کو نہ بخراب جا، اور اپنے مخلوق سے مل۔

جستہ نے یہ سنتے ہی چا کر اپنے تئیں اس کے پاس پہنچا۔ اسے
یوں پوچھا۔ میرے خدا ہنگ دنا۔ جانا اس کا اس دور میں سو گوت ہوا۔
تب یہ فرخ پڑھا اور دے تھے۔

اے سحر یہ چھپا ہوا لہو کو

وصل کی شب میں آپ نہ بھولنا

اتنے میں جیوں شہر اس کا سفر سے آیا، اور دینا کچھ فرے کو خالی
دیکھ کر کہنے لگا، میری بیٹا کہاں آؤ گی؟
جستہ کہنے میں نہ پائی تو تو تھے خدا کی دعا۔

چیز خردبادی ہارے بندگی کی، اور شہرین لائی، ہم جو کچھ کہیں اس پر
دعیاں لگائی، احوال جینا کا اس کی بیٹا کی جست کا نام سے پوچھیں، کیوں نے کی۔
کیا کہتا ہے؟

تو بالوا بڑھا کہ آپ کی بیٹم صاحب نے گھر کی سردار کا پھونکے
دستے داناں اور کچھ جو ملایا، جیوں میں سے آپ کے نام دیکھے، یہ
وہ پکاری الٹی شہر ہوئی۔

جیوں نے کہا کہ میں؟ یہ کیا کہتا ہے؟ تو تانے لگا کچھ اپنے ہی کرتے
مالے کی قسم، جیوں نے ایک فرخ لائی دیا تھا، اس کے واسطے دھواں لگائی
اب کچھ سنتے ہی وہ کاب نہ نہ لگا، ایک بیک بیک سے جست کا نام کی تمام داناں
اہم پر صاحب جھوٹ بچ گئے، وہ جانے لگا، نہ لے سب کی دست رکے،
ہر کار بک دست و شکم شہزادی خود سہرے وقت اور وہ نہ بک شہر

المشركين

سازگار انسان سخن کی، اور خدا بنیان تحقیق کی ہے کہ اس نے پرستگار
کو طرح طرح کے درختوں سے آفاقی رکھا۔ اور رنگ رنگ پھولوں سے
نرست بخش اور اس کے اور رکھتے کی بارش سے ہر ایک کی خوش آواز نسیم
پھینکتے ہیں اس کے ہر ایک اور رکھتے پر جو ہوا ہر ایک کی زبان بن ہے اس کے
دگر سے ۔۔۔ جو پتھر سرور جیبت ہے اس کی نظر میں ہے۔ گویا اس کے
قوتِ بندگی میں اس پر نہ رکھو اس کے بند خلق سے یا نہ جو پتھر۔۔۔

عالم عین قادی اپنی کتاب داستان تاریخ اردو میں انھوں نے اس
نرمی پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس کا عبارت سادہ ہے۔ تاہم حیدر بخش حیدر علی کے مقابلے میں زیادہ اور سیاسی کے مقابلے میں بہت زیادہ عوامی و غازی کے الفاظ اور انشائیہ، ہنر شیریں، انورس کے حکم سے لکھے ہیں۔ انظلوں کا تعظیم و تکریم اور ان سے زیادہ نہیں ہے۔ گشتانِ معنی کا ترجمہ انورس نے اکثر لکھا ہے۔ یہ سادہ لفظی ترجمہ کا کوشش میں کہیں کہیں اپنی ہول پال اور دوزخ سے بھی بہت گئے ہیں۔ بعض مقامات پر گشتانِ معنی کے الفاظ کا ترجمہ ترجمہ میں اختیار کر لیے ہیں۔ علامہ گشتانِ معنی تراویح سے ملنے تھا۔ شیعہ کے ترجمہ میں ہے۔

”ایک جنگ سے طبیعت صاحبان ہفتا کی ہو چکی تھیں۔ ان سے اولیٰ فیصلہ
 اور اس کا استعمال نکھنچا۔ یہ اولیٰ فیصلہ کے دل کی راہ کو اپنی مقصدوں کی راہ کو سمجھنا
 ہے کہ جس پر وہ صاحبان کو اپنی ہی بندوبست میں رہے، اور وہ صاحبان کی توجہ
 لیکن دانشمندی کہ کہے کہ سو فیصلہ کے دو مقصدوں اور صورتیں جو غرض و مقصد
 نہ گئے ہیں، جس سے کہے کہ میں نے لکھا ہے۔“

پارسا دینی و مروج نیک افکار
عقب را دیدنی حاضر پر کار
(ترجمہ)

حمید کو غلہ پر جس مشفق دیکھے اسی کے حقوق کا تو نہ کرانگا
کھوجے صحت کو کسی کے باطن کا نقیب راہ و روانہ خانہ حیران کا
سرد سحرِ وفائی آنسو دہی ایک ملکوت کا آفریقہ یوں ہے۔

مہربان لکھنؤ میں نے سنا کہ قاتل کی لگ بھگ بیچھڑ چھوڑا تھا۔
تو اس نے غلطی سے ان کے ہاتھوں سے کرنا ہے

لباس فقرو کا رنگ ہری
ہر ایک کے شتوں کا بوجھ افلا

یہ لازم ہے کہ کر شتوں نکالت
ہے جگر کا کہ اپنا بار محنت

کسی نے کہا اس سے کیا مراد تھا، تو انھیں اس شعر میں اس کا صحیح
جواب دے کر دستِ کرم اٹھا افسانہ لکھوا دیا ہے۔ اور ان کا کرنا ان کی
فطرت تھی کہ بے باغ و ہوا ہے۔ اگر صورتِ حال پر تیرہ سو اسی پانچ
تو پانچ پرست دگھے اور قریب خدمت کرنی غیبت جانے، کہا افسانے،
چھ سو، فقیرانہ سزا اچھا ہے کہ حاجت کسی کے آگے لپکا دینا چاہیے کہ
مٹنے میں۔

ہم نے ان کا خطا ہمیر کا ذکر نہیں کیا۔ ہر افسانہ کو اسے کہیں جانے کی بات
 ملتی ہے۔ اب ان کے پاس ایک عجیبے عجیبے شاعر کے شعر ہیں: ہر
 ایک اور حکایت کا ترجمہ ہو رہا ہے۔

مکتبے میں کہ نوشیروان عادل کے واسطے شکار گاہیں ایک شکار سے
کیا اب جبرائیل تھے۔ ایک موجودہ شکار گاہوں نے زینداد کے پاس آکر کہا
کہ ایک سے آؤ، نوشیروان ہوا کہ ایک قیمت دے کہ لیجئے تاکہ ہم نہ بگڑ
جائے اور گاہوں پر اب نہ ہو لوگ ہوتے اسے ہوا وہ اتنی سیاحت سے
کیا غلط پیدا ہوگا۔ نوشیروان ہوا۔ اسی غلط کی کیا وہ سمجھتا تھا کہ اتنی جبرائیل
سے ہر طرح سے آئی۔ سچا کہ اس دور کو پہنچ گیا ہے۔

نہیں رہتا ہے غلامی پر شرط سراسر بہت نعمت رہے پانچواں

جو کھائے خاں و میت کے باغ سے ایک سیب
 علوم اس کے درختوں سے لیں ہڑ سے کھائے
 جو آدھے اڈ ہے یہ مطلق مسلم رہا دیکھ
 سیاہی بیچے یہ جونی ہزار مرث بھارت

میں نے

حالات و نگارشات | استراری تھا۔ جرماء، دین، اندو شاہ کے مرزا علی رفعت کے والد کا نام کاظم بیگ خان علی کے ساتھ ہی دہلی آئے تھے۔ اور دوسری شاعر تھے اور میر تقی میر تھے۔ خواجہ ابوصفا اور ولد وزیر احمد کے والد امین ابو الحسن علی بیگ خان بیگ خان کے واسطے سے بادشاہ دہلی شہشاہ کے دربار میں دہلی کے عامل ہوئے تھے۔ مرزا علی رفعت کو بھی فارسی میں اپنے باپ سے کلمہ تھا، اردو سے دہلی میں تعلیم حاصل کی۔ اس شعر میں پروردگار کو پڑے پڑے اس شعر کی ادب دوست اور شعر و سخن کی مرزا علی بیگ خان اور شاعر شاعر کی شاعر اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے۔ مسودہ اور میر تقی کے اردو میں مشہور سخن یہ۔

وہی کہ برادری کے بعد میرزا بھٹ نے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے ان کا ارادہ حیدر آباد جانے کا تھا مگر سب سے پہلے گھنٹہ آٹھ میں یہاں تک کہ غن مشرق کھلی میں معروف تھے بلڈا اور برسات کا میدان گرم تھا۔۔۔ شہزادہ مرزا جمال بخت بھی اسی شہر میں آ رہے تھے۔ انہوں نے بخت کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن بخت کو وہاں ہی بڑے اور وہاں سے نکل کر صوبہ جے پٹنہ پہنچے یہاں بھی جی بڑے کو سب سے زیادہ کھانے کا سامان ملے۔ وہاں فورٹ ویم کا کہنے کے لاکٹر اس بکٹ سے طمانت ہو گئی۔ انہوں نے بخت سے کہا کہ وہ بکٹ لکھیں۔ بخت اسی کی بے دیا چہ میں لکھنے میں۔

”علی ہر ایم خاں مرحوم نے ایک تذکرہ طبع فرمایا ہے جس کا مبدعہ نامی
 کی نکاح ہے اور نام اس کا ”علی ہر ایم مرحوم“ ہے۔ ۱۸۹۸ء اور

علاقہ برقی توانائی کے لیے ایک نئے کارخانہ تعمیر ہو گا۔

عالمگیر جتنی مہلت اور مہربانی ہے، ایک سرخو ماٹے کی گواہی میں، جنگل
کروٹوں اور بھرتوں کا دل چلنے لگی ہو گا، ایک سوراخ یا سوراخ سے کہتے
ایک باد سیاہ کھ پائے، تیرہ خوش ہو کر نہایت شگفتہ اور مانی سے
ایک درخت کے نیچے ان انڈوں کو اکٹھا کر کے اپنے بوند کے نیچے لے کر

جہاں کو لڑا لڑنے کے لئے مسز ناچر کو لہا کر بہت سی آواز بگڑتے کہ اور یہ
اور ان ظالمین کی کہ وہ راجہ کے حسن سلوکی سے بہت خوش ہوئی اور اس کی تعریف
کے لئے کھینچ لیا اور یہی اس کی وہ پہلی جہول کہ اگر کسی اور سے یہ جہول خوش ہو اور
پہلے سے خود کو یہاں لانے کو ہوا رہی۔

مرکز الفلم و سنی تجاری

اس کا اعلیٰ علم میں ان کی دولت میں عروس و الحادہ بھی شامل
 حالات و رنگ و شاد است۔ بڑی دلچسپی میں خوش گذارہ کی نگینوں میں بسر کیا شروع
 شروع میں شعور و شاعری سے بھی دلچسپی رہی۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ مصیبت
 غم اور فراق کی طغیانی داخل ہو کر لگتی۔ دہلی میں حالات سارا گم و مار چھ تو وہاں
 سے سکونت گاہ کر کے گھنٹوں میں آگئے۔ یہاں کے مریض بڑے بڑے، اس وقت کوئی
 سکاٹ تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو وہ مرزا کا اعلیٰ علم کی جوانی کی علمی محفروں
 سے بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے جو کتاب کے لئے لکھ کر دودھ کی ادور اور دہلی علی
 کا کی جیولری دست بردار کیا۔ لوہے کی کلاں میں جا کر جاتے تھے جو سر پہناتے اور ہاتھ
 نے وہاں پر لگا کر کیا۔ اس زمانے میں جا کیدا سرسبز کتاب و شگفتہ کا کلاں کی جیولری
 پر چڑھا تھا۔ لڑا و شیرازی کا ایک شخص نے مسکرت سے آواز دے لکھنے کا تجربہ
 ہو گیا تھا۔ یہ کیا تھا۔ جانتے تھے اس تجربے کو سامنے رکھ کر کیا اس کے
 گرا تھے۔ لکھنے کا تجربہ اور دہلی میں کیا۔ چنانچہ وہ اس تجربے کے طریقے
 سے بھی غور لکھتے تھے۔

[illegible]

انکار کیا کہ اگر کم و بیش وہی دورِ حاضر قرآنِ شریف کے جنہوں نے قرآن کا
خاموش و دست بردار کیا ہے۔ خاصاً یہ محدث نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے ہیں اور اگر کیا
کچھ چاہیں، نظرِ بالا لازم ہے اور اگر نہیں چاہتے کہ اگر کم و بیش اس کا یہ ہے
تو اگر کم و بیش اس کی کوئی چیز ہے جو کہ خود ہے چنانچہ ہم ان کا
فرمان کیا ہے چنانچہ اس حکمِ صاحب کے بندے نے حضورؐ کو سنا دیا پس
اور کیا کیا؟
نہایت شرم کا

تمہارا حکم علیٰ ہر جان ہے لکن وہ جان کا ترقیہ عقلی اور عیسوی ہدایت میں کیا ہے؟ غور فرما۔

”قرضی اس تپتوی کا یہاں تھا۔ مٹوں پرتیب جیسے کا خیال تھا چنانچہ
ہر سالک وہ جہاں لہو تھا جس سے دکان کا مالک وہ گرد گرد تھا یہاں
آئی تھا کا تھا۔ جھوک یہاں کا رہی، مٹنا اور وہ آفتاب ہو کر رہے

موسم میں اور جگر تھک جائے اور آگ
بھٹکا تھا اور جیسے راکھ کا آگ سے ٹھنڈ
اور دھواں میں لگے پانی میں چمک کھڑا
جب کیا کرتا تھا شوق میں سے ہر کام دھم
ایسی آہیں سن کر دھم دھم کہتے تھے اور آہیں میں آہیں

جور سے سوجی، دشمنی تو کر لوں میں عام
مری جاؤ میں بھریں سب اپنے کام
یہ ایسا چپا عاود جھسری انگھٹوں
رہے دیکھ کر ان کو سجدہ بڑھ کھٹوں
یہ احمالِ حبیب ایسے لوگوں کا پو
دکھوں پاک دامن میں کب اردو
دشوار عز کو ایک پل میں اپنے پوچھ ان کو لوں۔ تمام
گاہے رنگت کا شکر دانتے برادر واپ

و شہر اس کو ایک چل میا اپنی پوری اندر گولہ تمام عمر قفس کی جاگیر تک کاٹنے کا شہر دھرو۔
 محمد ایک بیٹا شہر فتح کو تمام عالم کو میں نے دشمن کو دیا۔ قسم پر
 سنگ دہرہ انجمن اس میں سے سر پہ پاؤں تک کھینچ کر سورہہ اس کا
 جلوہ رکھ کر رکش کی آگ سے جلا اور داتا کو چاند فیرت سے داتا کو
 سادہ کے انگ دہرہ پر (۱).....

مسلما ترجمہ شگفتہ اور با محاورہ ہے۔ لکھنے والے علامہ کا نظم علیٰ سحران نے ایک لمبی نظم پر سحران و مسطور چند بھی لکھی اور تاریخ فرشتہ کے کچھ اہم باب بھی اور دوسرے ترجمہ کیے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مفتی محمد حسن قادری صاحب برکت کو امتحان تخریج ۱۳۰۰ھ
 کو اُٹھنا پڑا۔ ان کی حالت اندر تھیں۔ ان کے حالات زندگی کے بارے میں یہ معلوم
 نہیں۔ ان کا وطن کونسا تھا؟ وہ کہاں پیدا ہوئے؟ اور کس جگہ کی تھیں؟
 ملاقات پا جائے؟ ان تمام باتوں پر ایک پرہیزگار سے صرف اتنا معلوم ہے کہ ان کی
 بھی نورث دہم کا کالج میں تعلیم تھی۔ اور سرکاری کارکنان پر نہیں محدود حاصل تھا
 علامہ برہنہ علی طوم شرفیہ سے بھی تھوری واقفیت تھی۔ چنانچہ ان کی تعلیم نے کالج
 کی حالت سے پہلے ایک ضخیم کتاب عربی زبان میں، ایت اسلامی لٹریچر بھی
 علامہ نے غفلت سے "ہدایت الاسلام" میں لکھا تھا۔ اس کتاب کا اصول ہے خودی
 بردہ میں اس قدر لکھا تھا۔ یہ کتاب جب نورث دہم کے کالج کے کلاز میں لکھی
 کر اُٹھنے لے دی گئی تو وہ تھیں کہ قابلیت اور تجربہ عمل سے بہت متاثر
 ہوئے اور ان کو کالج میں شریک کر کیفیت سے علامہ بلکہ کیا۔
 ان کی تعریفیں حسب ذیل ہیں۔

۱- اردو ترجمہ ہدایت الاسلام ۲- اردو ترجمہ اخلاقی چیلنج ۳- ترجمہ قرآن مجید ۴- عربیہ اردو (منظوم)

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، یہ کتاب مولوی صاحب نے
 شیعہ نے مولوی زبان میں لکھی ہے، اس کی اصلیت کچھ
 ہے۔ یہ مولوی صاحب نے خود لکھی ہے، اس کا نام ہے مولوی صاحب

ہندو کے عالم تھے۔ شاعری کا بھی جہت شوق رہا تھا۔ اگرچہ ان کی کوئی کے
قدردانی خاصہ یا پید میں لیکن اس حدود کے شعرا کے تذکرہ میں جن میں ان کا نام
ہو گیا ہے۔ ان کی نظموں کو پندرہ سو برس پہلے کہ ان کی طبیعت صوفیہ
طرح تھی۔ شاید کسی وجہ سے انھوں نے شاعری میں کلام جو اردو کے
ان کے زمانہ کے لئے تیار کیا۔ سزاوازیں کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔ ان کی
ملاقات دہلی میں ۱۷۶۸ء میں ہوئی۔ دہلی سے نکلا کر وہ کھنڈ چلے گئے کھنڈ میں
جہاں ان کو رنگی کا مسافر اختیار کیا اور وہاں جہاں میں نواب شمس اللہ علی شاہ علی
خان کے دربار سے منسلک ہو گئے۔

نواب شمس اللہ علی کے زیر سرپرستی انھوں نے ایک گفت۔ اللہ وادعات
کی مرتبہ کی جس کا نام "شمس الہیان فی مصطلحات ہندوستان" ہے یہ گفت
۱۷۶۳ء میں لکھی گئی۔ یہ کتاب جدید میں مرشد آباد سے لکھی گئی۔ اس گفت میں
اردو علماء و عل کے ناموں میں صفائی کی گئی ہے۔ ساتھ ساتھ اردو کا ایک شعر
بھی جمع کر دیا گیا ہے۔

مولوی میر انیس خان ماہذنب بد مشاہد اس عجیب و غریب پرانی اہلیانہ
گفت۔ سراج الدین سراج دکنی گوید ہے

دو زار کو اس حالت کہ درخمش کو کالے

اگر دیکھ میرا سینہ روز پیکر میں آجائے

انگاد بن پر لوشا کرنا ہے ازبہ قزاقی کہ دور عالم رنگ و صفت گوید۔ دکنی
دکنی گوید ہے

شعلہ خورشید سے نظرا نہیں

تب سے انگادوں پہ لوٹے ہے دکن

اپنے فوٹ ڈیم کالے کے قیام کے دوران ہی جن میں نے اپنی خدمات
کا ایک دیوان بھی چھپوایا۔ علاوہ ان کے ایک شاعری میں بھی جس کا نام "میردکنی
دکنی" ہے۔

تصنیفات میردن فوٹ ڈیم کالے

فوٹ ڈیم کالے میں جب ۱۸۰۳ء میں دارالخیر قائم ہوا تھا تو میر دن فوٹ ڈیم کالے
میں لگ گیا جس میں کئی کئی چھپا شروحات ہو گئیں۔ اس کے برعکس دکنی کالے سے باہر
۱۸۰۳ء میں چھپا یہ خاکہ نامہ اور ان کے کالے کی مصنف کا مسلہ شروحات میرا صاحب
سے فوٹ ڈیم کالے کے باہر میرا مصنفین اور مؤلفین نے علم و ادب پر کام کیا۔ ان
کا کئی کوئی کوئی نام کالے کو درج نہیں ہو سکا۔ بلکہ ان کے نام نہ ہونے کے باوجود
کالے میں حاضری اس کے ساتھ ساتھ چھپ گئی۔ چونکہ فوٹ ڈیم کالے کے باہر بھی میرا مصنفین
تصنیفات تصنیف کے نام میں تھے۔ لہذا یہ کہ ان میں جہاں جہاں میرا مصنفین کا نام
میرا مصنفین کے نام میں ان کا نام نہ درج ہو سکا۔ فوٹ ڈیم کالے میں جب چھپا خاکہ
نگ کیا تو اس کے دگر چھپ گئے۔ میرا مصنفین وغیرہ کی کالے میں چھپا نام
لا رہا حاصل نہ کر سکے۔

مفتی نظام الدین شاہی اکبر آبادی نے اپنی تصنیف "کیرانی میرا مصنفین
میر دن کالے کا ایک تحریرتہ" میں ہے جسے میر دن کے مصنفوں سے حاصل ہوئی ہے۔

۱۔ میر دن کو تخیل صفت بدلی انشائی (۱۸۰۳ء)

۲۔ خدا بن تصور دکنی (۱۸۰۵ء) صفت تذکرہ صاحب میری۔

۳۔ حسین بیگم و غریب (۱۸۰۵ء) میر دن صاحب غریب۔

۴۔ مولوی شاہ کاکری (۱۸۰۶ء) صفت صاحب کاکری۔

۵۔ لڑکا قد عالم بن مولوی درویش (۱۸۰۷ء) صفت شاعر غریب خان۔

۶۔ شیخ مولوی غلام محمدی (۱۸۰۸ء) میر دن صاحب لڑکا۔

۷۔ میر جعفر صفت روحانیان دار السلام (۱۸۰۹ء)

۸۔ مولوی کریم الدین دکنی صاحب میرا صاحب کاکری (۱۸۱۰ء)

۹۔ مولوی صاحب کاکری صاحب میرا صاحب (۱۸۱۰ء)

۱۰۔ مولوی میر حسن صاحب فوٹ ڈیم کالے (۱۸۱۰ء)

۱۱۔ مولوی حافظ شریح صاحب راجہ نجات (۱۸۱۰ء)

۱۲۔ مولوی میر نجات صاحب سراج نجات (۱۸۱۰ء)

۱۳۔ مولوی عبدالغفور صاحب گشتی دکنی (۱۸۱۰ء)

۱۴۔ مولوی میر خالق اکبر آبادی صاحب فوٹ ڈیم کالے (۱۸۱۰ء)

۱۵۔ مولوی دکنی صاحب میرا صاحب (۱۸۱۰ء)

۱۶۔ مولوی کاکری صاحب دکنی صاحب فوٹ ڈیم کالے (۱۸۱۰ء)

عبدالغفور صاحب مصنفین کا فوٹ ڈیم کالے کے نہیں تھا۔ اب ان میں سے

کئی اصحاب کے بارے میں فوٹ ڈیم کالے کی خدمت سے ان کے نام نہ مل سکے۔

میر حسین بیگم دکنی کالے کے بارے میں میر حسین بیگم دکنی کالے کے

تھے اور نظریہ فوٹ ڈیم کالے۔ انھوں نے شعری نظم کا نام دکنی زبان میں چھپا

ترجما کیا۔ میر حسین بیگم میر حسین کے ہم عصر تھے۔ میر حسین کا انتقال ۱۸۰۷ء میں ہوا

میر حسین کو میر دکنی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ میر حسین بیگم دکنی کالے کے

نام کے مطابق مشکل تھی۔

میر شریف خان دکنی کے بنو آجہا میر شریف خان کے ساتھ

ہندوستان میں رہے۔ انھوں نے شروحات فوٹ ڈیم کالے

میر آباد دکنی کا پاس کیا۔ کچھ میرا صاحب دکنی میں آباد رہے۔ میر حسین شریف خان کے

دادا میر حسین دکنی سے دکن سے ہجرت کے بعد ان کے شریک ان کا پادشاں بنایا۔ اور وہ

قبیلہ اندھارنگ نوب کے شاہان طیب میرا صاحب میر حسین شریف خان کا مسلہ فوٹ

حضرت خواجہ میر عبد اللہ اور دکنی میرا صاحب سے جانشین تھے۔ اور یہ فوٹ ڈیم کالے

میں سے تھے۔ میر حسین صاحب کے دادا میرا صاحب شاہ علم الہ کے فوٹ ڈیم کالے تھے۔ ان

کے میرا صاحب اس میں اس میں خان شاہ ۱۷۱۹ء میں دکنی کے بادشاہ فوٹ ڈیم کالے

میرا صاحب میرا صاحب نے میرا صاحب دکنی کے ساتھ میرا صاحب میرا صاحب

خان ان کے بیٹے تھے۔ میر حسین بیگم دکنی میں ۱۸۰۳ء میں میر حسین بیگم شریف خان

اپنے وقت کے کالی گریڈ تعلیم تھے۔ انھیں دوسرا "مولوی بن" کہا جاتا تھا۔ انھیں

کے میرا صاحب کو کچھ کالے کی تحریک پہنچا دیتے تھے۔ انھیں ہم نہیں تھے۔ اپنے دار

سے گئے۔ میرا صاحب دکنی کا دور تھا۔ میر حسین شریف خان شاہ دکنی

کے دادا کا طیب میرا صاحب تھے۔ شاہ عالم نے انھیں ان شروحات فوٹ ڈیم کالے

نہیں۔ میر حسین صاحب نے ۱۸۰۹ء میں میر حسین شریف کی مشہور کتاب "میرا صاحب

[illegible][illegible]

مرزا اور جب علی بیگ سمجھ گچھ کی باتیں ہوئیں تو مرزا نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنے لئے ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے میری قوم کے لئے ہے۔ اس سے پہلے ہم اور وہ مسلمان گناہ کے گناہ ہیں۔ جب علی بیگ کا حال انصاف سے سمجھ لیا گیا تو مرزا نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنے لئے ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے میری قوم کے لئے ہے۔ اس سے پہلے ہم اور وہ مسلمان گناہ کے گناہ ہیں۔ جب علی بیگ کا حال انصاف سے سمجھ لیا گیا تو مرزا نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ اپنے لئے ہی نہیں کیا ہے بلکہ اس کے لئے میری قوم کے لئے ہے۔ اس سے پہلے ہم اور وہ مسلمان گناہ کے گناہ ہیں۔

قوت ہے۔ اے یادگفتہ کو ہم گواہ بن جائیں جو صدقہ جنت اور جہانم اور ہر چیز کا کیا نسبت؟ اے یادگفتہ کو کہیں؟ یاد میں کو شہر و چلن یا ہمیں نسبت؟ اور وہ کیا نسبت؟ یاد؟ یاد کیا ہے؟ یاد ہمیں کچھ اور ہمیں نسبت؟ اے یادگفتہ کو کہیں؟ ایک دن اچانک میں جس میں دنیا کی جادوئی دنیا، کھینچ کر اور دنیا کے تمام جہانم کے طور پر آئے ہیں۔

”ابن سہلو کہ آج کھڑکی ہے، اور اللہ تعالیٰ بہت پاک و بہت شگفتہ ہے
میں کو سزا جھلکے، ہر چند قصصِ حق کی آرمیں دھڑکنے لگیں تھیں۔ ایک بالقرنہ
کہہ دینے سے چار پانچ دلوں سے اٹھادی۔
طویل ایک حدیث کی جس میں جو کچھ مذکور ہے۔

[illegible]

ایک عبارت صحت سے مراد دوسری کا ملاحظہ ہو۔
 پہلی لفظ کی دلی گواہی ملتی ہے کہ یہ صیغہ کی جانب سے تباہ ہے جو
 غلطی سے ہے کہ صاحب کی دلی گواہی ہے شاید وہ تباہ ہو کر ہو تو یہ
 منہ الخیر کے کتبوت ہے ایک جگہ میں ہرگز تباہ ہوئے نہیں ان کے الفاظ
 میں غلطی ہے اور ان کے لئے ہے قدیم کیا اور ان کے معنی ان کے لئے ہے کہ ان کا
 صیغہ کی طرف سے ہے۔ ان کے الفاظ کے معنی یہ ہے۔

محبت بڑی اور بہت خالص ہے کہ کسی اور جناب سے کہہ کر اس کا ملنا ملے تو جیسے چاروں طرف سے کیا۔ اور تمام کا حضور اور علی اور حسین اور اسم کی امت کیا۔ سبھی انہی سے بڑھ کر وہ لوگ کو دیکھتے ہیں اور ان کو میرے چہرے کی مانند دیکھتے ہیں۔ اے اللہ اور ملائکہ کی منزل کا حضور ہے؟

من تحقیقاتی که در این باره انجام شده است -

مولوی اسٹیل دہلوی کے سید احمد شہید کے گھر پر خاص مولوی اسٹیل دہلوی تھے۔ سید احمد شہید دہلوی برصغیر پاک و ہند میں فرقہ واریت کے بانی تھے۔ اسے گھر کے خلاف جہاد کرتے ہوئے بالاکوٹ کے قلعہ میں شہید ہوئے۔ مولوی اسٹیل دہلوی نے بھی اپنے مرشد کے ساتھ ہی اس جہاد میں جہاد شہید ہوئے۔ نوشکی میں ایک مسجد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام شاہ عبدالغفار تھا اور والدہ کا نام ولی شاہ صاحب دہلوی تھے۔ آپ ایک عالم دینی تھے۔ ان کے گھر تھے اور خدمت اسلام کا جذبہ دل میں گہرا تھا۔ آپ کو کثرتِ علم اور زندگی دینی اسلام اور توحید ربانی کی تبلیغ اور ملاحمت کی ابتدائی تعلیم بھی حاصل ہوئی۔

۱۹۶۲ء صاحب نے کئی ایک کتابیں تصنیف کیں جن میں ایک کتاب "تقریرات و تقریرات" اور دوسری "تقریرات و تقریرات" ہے۔

